روئداد مسل مقدمۂ آخرت، مؤلفہ جناب ابو الخیر صاحب وکیل ہائیکورٹ، یہ ،، مضمون کا ایک اصلاحی رسالہ ہے جسمین آیات واحادیث کو پیش کرکے اعمال صالحہ واخلاق حسنہ کی تلقین کیگئی ہے، طرز بیان شستہ ہے، سرخیان قائم کرنے مین جدت کیگئی ہے اس کا مطالعہ مسلمانون کے لیے مفید ہے، قیمت عہ کتابت وطباعت اچھی ہے اور کاغذ متوسط ہے، پتہ جناب ابو الخیر محمد خیراللہ صاحب وکیل درجہ اول بمکنڈہ ضلع ورنگل حیدرآباد،

ابتدائی تعلیم کی رام کہانی، مصنفہ منشی رام پرشاد صاحب بی اے، یہ اصلاح تعلیم کے سلسلہ کی ایک کتاب ہے، اس مین مصنف نے نہایت وضاحت سے ہندوستانی دیہاتی مدارس کے نقائص بیان کرکے ان کی اصلاحی تدابیر بتائی ہین، پرائمری مدرسہ کے مدرسون کو اسے ضرور مطالعہ کرنا چاہیے، حجم ۳۵۲، تقطیع چھوٹی ہے کاغذ اور کتابت وطباعت متوسط ہے، قیمت عہ پتہ جناب رام پرشاد صاحب بی اے سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس اٹیہ،

فلسفہ عبادت، مصنفہ مولوی محمد عبداللہ صاحب، اس مین فریضہ صلوۃ پر مختلف نقطۂ نظر سے بحث کرکے ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء ... کی مفصل توضیح اور آخر مین سورۂ فاتحہ کی مفصل تفسیر بیان کیگئی ہے، عبارت اور طرز ادا موثر ہے، مسلمانون کے لیے اس کا مطالعہ مفید ہے، اور لوگون مین اسکی اشاعت کی حاجت ہے، حجم ۵۶ صفحے، کاغذ اور کتابت وطباعت اچھی ہے قیمت عمر

پتہ:- مولوی محمد عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ اصلاح التعلیم امرتسر،

جلد شانزدہم	ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۲۵ء	عدد پنجم

مضامین

شذرات

سوا مہینہ مدراس مین قیام کے بعد مین ۵ نومبر کو دار المصنفین واپس آگیا، شہر مدراس مین جنوبی تعلیمی اسلامی انجمن کے زیر اہتمام مسلمان طلبہ کے سامنے اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے متعلق آٹھ خطبے مسلسل دیئے، ان خطبون کے خلاصے وہان کے روزانہ انگریزی اخبار ہندو اور ڈیلی اکسپرس مین برابر نکلتے رہے، اور دلچسپی سے سنے اور پڑھے گئے، اکثر حضرات کا اصرار ہے کہ ان خطبات کو علیحدہ رسالہ کی صورت مین شائع کردیا جائے، اس اصرار کی تعمیل کا خیال پیش نظر ہے،

شہر مدراس کے علاوہ اس سلسلہ مین بنگلور مین تین خطبے وانمباڑی مین دو، ترپانور مین ایک خطبہ مختلف مذہبی عنوانات پر دیے گئے، بنگلور مین "دین کامل" کے عنوان پر پہلا خطبہ بہت بڑے مجمع مین دیا گیا تھا جس مین عام مسلمانون کے علاوہ ریاست میسور کے بعض بڑے ہندو عہدہ دار، اور بعض انگریز، اور بنگلور کے اکثر تعلیم یافتہ اصحاب شریک تھے، ایک مسلمان یورپین خاتون جنکا اسلامی نام **زینب** ہے، وہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ جلسہ مین موجود تھین، اور باوجود اردو کم سمجھ سکنے کے بہت غور سے تقریر سنتی رہین، میری تقریر سے پہلے میسور یونیورسٹی کے فلسفہ کے پروفیسر واڈیا نے جو پارسی ہین "اسلام اور پیغمبر اسلام" پر ایک پرمغز تقریر نہایت فصیح و بلیغ انگریزی مین کی، اسلام کی اس خود رو اشاعت کو دیکھکر حیرت کی ضرورت نہین، کہ آفتاب کی روشنی دنیا مین خود چمکتی ہے، دنیا اس کو نہین چمکاتی،

بنگلور مین میری دوسری تقریر "زندہ نبی" کے عنوان پر ہوئی، لوگون نے غلط فہمی سے سمجھا کہ اس موضوع کے تحت مین حیات نبی کے پرانے مسئلہ پر شاید گفتگو کیجائیگی، مگر تقریر کے بعد معلوم ہوگیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے کے کیا معنی ہیں؟ تقریر مین ثابت کیا گیا کہ محمد رسول اللہ صلعم اپنی سیرت، اپنی کتاب، اپنی سنت اور اپنی تعلیم کے لحاظ سے زندہ ہین، اور اسلیے کسی دوسرے مدعی نبوت کے لیے اس دنیا مین جگہ نہین،

پرانے مولویانہ دستور کے مطابق کہ جب کوئی نیا مولوی کسی شہر مین جائے تو اس شہر کے مولویون پر فرض ہوجاتا ہے کہ اس کو مجلس کو مناظرہ اور سوال و جواب کی تحدی کرین، چنانچہ میرے پہنچنے سے پہلے مناظرانہ اشتہارات نکلنے شروع ہوگئے، "دینداری کی انتہا"

کیون کیسی کہی، مولانا سلیمان ندوی جواب دین اور اسی طرح "وہابیت کا انکشاف" کے عنوانون سے پانچ اشتہارات تھوڑے تھوڑے دنون کے بعد نکالے گئے، اور تمام شہر مین چسپان کئے گئے، مگر یہ دیکھ کر ان کو سخت خجالت ہوئی کہ ان کے اشتہار کا کبھی جواب میری طرف سے نہین ملا، بالآخر مجبور ہوکر انھون نے ایک آدمی کے ذریعہ سے میرے پاس مطبوعہ اشتہار بھجوایا کہ مین جواب دون، اشتہار دیکھ کر بجائے اسکے کہ مجھے غصہ آتا، جیسی کہ انکو توقع تھی، مجھے ہنسی آگئی، مین نے کہا کہ مجھے ضروری کامون سے اتنی فرصت نہین کہ اس غیر ضروری کام مین پڑون، انھون نے کہا کہ "سوال کا جواب دینا ایک عالم کا مذہبی فرض ہے" مین نے عرض کی اگر درحقیقت ایک ناواقف کو ان سوالون کا جواب جاننا مقصود تھا تو اسکی آسان تدبیر یہ تھی کہ میرے پاس آکر یا خاص تحریر بھیجکر جواب حاصل کرنا چاہئے تھا، نہ یہ کہ اونکو چھاپ کر کوچہ بکوچہ، مسجد بمسجد، دربدر مشتہر کرنا تھا، کہ مجیب سلیمان شہر کے ایک ہی گوشہ مین فروکش ہے، وہ بقاعدہ وحدۃ الوجود ہر گوشۂ شہر مین جلوہ نما نہین ہے" اس جواب نے ان کو لاجواب کردیا،

ہر شہر مین خوب غور سے دیکھئے تو یہ عنصر فاسد ہر جگہ وہی ملے گا، جو بریلی کے دار التکفیر سے متاثر ہے، کیا عجب بات ہے کہ آج مذہب کے نام سے ہندوستان کے گوشہ گوشہ مین جو بدعتین ہو رہی ہین ان کو بعینہ **حنفیت** کے مرادف سمجھا جاتا ہے، حالانکہ مذہب حنفی تمامتر ان سے پاک ہے، مگر ان عالم نما جاہلون اور ان کے بے علم معتقدون کو کون سمجھائے کہ ان کے نزدیک ان کے عہد سے پہلے کا ہر لکھا ہوا ورق صحیفۂ اسلام کا ہمپایہ اور دین محمدی کا اساس ہے، آج ہر بدعت جو مذہب مین پھیلی ہے اسکو فقہ حنفی کا خاص مسئلہ سمجھا جاتا ہے، اور جو اس کو غلط کہے وہ وہابی اور فاسد العقیدہ ہے، اعوذ باللہ من هذا الجهل،

میری خاموشی نے جو عین حکم قرآنی کی تعمیل تھی کہ اعرض عن الجاهلین اشتہار بازون کو شرمندہ کردیا، اور انھین معلوم ہوگیا کہ اسلام کے خادمون کا کیا شیوہ ہونا چاہئے، مین نے اپنی ایک تقریر مین اپنے مفتیون کے فتوی کے جواب نہ دینے کا سبب ان لفظون مین دیا تھا کہ "مجھے کافرون کو مسلمان بنانے سے فرصت نہین جو مسلمانون کو کافر بناؤن" اس جواب کی سچائی ایک خاص واقعہ کی بنا پر ہمارے مخالفون پر بھی روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی، اور انھون نے تسلیم کیا، وللہ الحمد،

ناشکری ہوگی اگر مین مدراس کے احباب کا شکریہ نہ ادا کرون، مدراس کے تعلیمی قومی ہیرو سیٹھ حمید حسن صاحب

بی اے ایل ایل، بی (علیگ) جناب سیٹھ یعقوب حسن صاحب، مولانا محمد صدیق صاحب بہاری مبلغ جمعیۃ دعوت و تبلیغ، جناب ایم جمال محمد تاجر حرم، سی عبد الحکیم صاحب، سید جیلانی صاحب، جناب مریکار عبد العزیز صاحب، جناب اُو، پی، عبد الکریم صاحب، اے کے حاجی محمد عمر صاحب اور جلال حاجی عبد الکریم صاحب، برادرم مولوی نذیر حسین صاحب برادر زادہ مولانا عبد القادر صاحب قصوری، اور شیخ دوست محمد صاحب پنجابی اور آخر مین اپنے دو حریف فن افضل العلما، پروفیسر عبد الحق ایم اے اور شمس العلما مولوی عبد الرحمن صاحب شاطر مصنف اعجاز عشق کی مہربانیون کا شکر گذار ہون جنھون نے ہمیشہ مسافر نوازی کا حق ادا کیا،

ایم جمال محمد صاحب جو ان خطبات کے اصلی محرک تھے، وہ مدراس کے ایک روشن خیال شریف اخلاق، فیاض اور عمدہ درجہ متواضع تاجر ہین، دیگر متفرق عطیون کے، اسو ماہوار وہ صرف تعلیمی درسگاہون پر اپنے پاس سے صرف کرتے ہین، مجھے خوشی ہے کہ میری تحریک پر انھون نے پچاس روپیہ ماہوار بمد وظائف دار العلوم ندوۃ العلماء کے لئے بھی مقرر کر دیا ہے، جزاہ اللہ خیراً، ارکان ندوۃ العلماء دل سے ان کے شکر گذار ہین،

مدراس نے ندوۃ العلماء کی ہمیشہ مدد کی ہے، دار الاقامہ کی مد مین بھی اس نے کچھ دیا ہے، مگر مین اپنے اس سفر کے حادثہ مین دار العلوم مین ایک مسجد کی تعمیر کا خرچ احباب مدراس سے وصول کرکے چھوڑ دونگا۔ ہمارے مخلص کرمفرما حاجی جلال عبد الکریم صاحب کو اپنا وعدہ یاد رکھنا چاہئے، سی عبد الحکیم صاحب بھی امید ہے کہ وہ اپنے ایک ہزار کا وعدہ فراموش نہ کرین گے،

مولوی عبد الرحمن صاحب شاطر کو لوگ ان کے اعجاز عشق کے سبب اکثر جانتے ہونگے، وہ شاعر اور فلاسفر ساتھ ہین، وہ اتفاق سے اسٹیشن پر میری مشایعت کی غرض سے جب پہنچے تو گاڑی چل چکی تھی، مگر انھون نے فلسفیانہ متانت کی رفتار کو تیز کرکے فلسفہ کے دامن داغ لگانا نہ چاہا، لیکن انھون نے شاعری یہ کی کہ اپنے پیچھے سلمہ ستارے کا ہار جو ان کے شعرون کی طرح نظم ثریا تھی اپنے ہاتھون سے اس گنہگار کے گلے مین نہ ڈال سکے، تو اسکو ڈاک سے بھیجکر میری عزت افزائی کی،

مدراس مین جو سب سے عجیب چیز دیکھی وہ ایک شاعری کا گھرانا تھا، شاطر صاحب کے والد مرحوم فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے، شاطر صاحب خود اردو اور فارسی کے برجستہ گو شاعر ہین، انکی اہلیہ محترمہ اور انکی دو صاحبزادیان بھی فارسی کی شاعرہ ہین، شاطر صاحب نے فرمائش

کی کہ مین ان خواتین کو مصرع طرح دون، چنانچہ اپنی واپسی کی مناسبت سے حافظ شیراز کا یہ مصرع زبان پر آیا،

بشہر خود روم و شہریار خود باشم،

دو تین گھنٹہ کے بعد انکی اہلیہ نے اس پر تین شعر، اور انکی چھوٹی صاحبزادی نے پانچ شعر کہکر بھیجے، مین دیکھکر دنگ رہ گیا، بڑی صاحبزادی نے ایک اور طرح امتحان دینا منظور کیا کہ نثر مین کوئی واقعہ ان کے حوالہ کر دون، وہ اسکو نظم کر دینگی، مین نے سیرۃ النبی حصہ دوم سے حضرت جابرؓ اور انکے یہودی قرضخواہ کا واقعہ نکالکر دیا، تھوڑی دیر کے بعد انھون نے اس واقعہ کو شاہنامہ کی بحر اور زبان مین مثنوی کے دس پندرہ شعر مین نظم کرکے بھیجدیئے، نثر مین پہلا فقرہ یہ تھا "حضرت جابرؓ روایت کرتے ہین" انھون نے نظم مین ادا کیا،

روایت کند جابر نامدار

آج ہندوستان مین عورتون کی نفس فارسی تعلیم کمیاب ہے، پھر فارسی مین شعر کہنا اور اس طرح فی البدیہہ شعر کہنا کس درجہ حیرت انگیز ہے، اور یہ سب پرانی طرز تعلیم کے ساتھ انجام پایا ہے، بارک اللہ فی بیت العلم ھذا،

دار العلوم ندوۃ العلماء کی امداد کے سلسلہ مین خوست کورلی بلوچستان کے پرجوش مسلمانون کا پہلے بھی ہم شکریہ ادا کر چکے ہین، اور آج یہ نادر موقع پھر ہاتھ آیا ہے، خوست کورلی انجمن کے صدر مسٹر اوسوال خشو کی طرف سے دوسو تیس (۲۳۰) روپیہ پھر وصول ہوئے ہین، ہم بصدق دل ان محسنون کا شکریہ ادا کرتے ہین،

نگار بھوپال کے کسی پچھلے پرچہ مین "خلفا کے شہزادے" کے عنوان سے کسی "اہل خطا" کا مضمون شیعی نقطۂ نظر سے نکلا ہے، جسمین ایک مجنونانہ طرز تکلم مین اہل سنت کی کتب حدیث، اور امام اہل سنت حضرت احمد بن حنبلؒ اور سیرۃ نبوی کے ایک بیان اور اس کے مصنف مرحوم پر بیباکانہ حملے کئے گئے ہین، نفس تنقید مین کوئی برائی نہین لیکن جس شیطانی طرز تحریر مین وہ مضمون ادا ہوا ہے وہ سخت قابل افسوس ہے، اگر یہ مضمون برطانی ہند مین چھپتا تو یقیناً وہ برطانی قانون مطابع کی زد مین آتا، مگر نہین معلوم اس بارہ مین ریاست بھوپال کے کیا قواعد ہین، اڈیٹر نگار نے ایک خاص شان سے وعدہ کیا ہے، کہ ایک مہینہ کے انتظار کے بعد وہ بالآخر خود اسپر قلم اٹھائین گے، **معارف** بھی اس سلسلہ مین کچھ عرض کریگا، مگر نگار کی نگارش دیکھکر: شاید کہ وہی کافی ہو،

مقالات

نظم ملت

مسلمانون کی پراگندگی اور ان کی پریشان خیالی کی جو داستان اگست اور ستمبر کے پرچون مین لکھی گئی تھی، وہ میرے اتفاقی سفر کے باعث رک گئی تھی، پچھلے دو سلسلون مین دکھایا گیا تھا کہ اس وقت دنیائے اسلام منتشر اور پراگندہ گھرانون کا مجموعہ ہے، جن مین کوئی رئیس بیت نہین، اور اسکا علاج صرف خلافت اور امامت کبری کے منصب کا قیام ہے، لیکن اس منصب کے قیام سے مقصود محض لفظی خلافت اور امامت کا اعادہ نہین، بلکہ معنوی صورت اس کے اصلی مفہوم مین، مسلمان قومون کی جمعیت کی ریاست اور سرداری ہے، مگر یہ خوب سمجھ لیجئے کہ اس معنوی خلافت و امامت یا مسلمان قومون کی جمعیت کا قیام اوس وقت تک لفظی ہی رہیگا، جب تک تمام مسلمان قومین علحدہ علحدہ مستقل طور پر خود اپنے ملک کے اندر منتظم اور شیرازہ بند نہ ہون، کسی دھاگے مین ایک دام کے باندھنے سے تسبیح نہین بن سکتی، جب تک اس کے سب دانے بھی اوس دھاگے مین پروئے ہوئے نہون،

اس وقت دنیائے اسلام مین دو قسم کی قومین ہین ایک وہ ہین جہان اونکی آبادی کی کثرت ہے، اونکی ملکی تنظیم خود اُن کی قومی تنظیم کے مرادف ہے، ایسے ملک دو قسم کے ہین، ایک تو وہ ہین جو حقیقت مین خود مختار اور آزاد ہین، جیسے ترکی، ایران، افغانستان، یمن، نجد، وغیرہ، ان کو اپنی مضبوطی اور ترقی کی کوشش کرنی چاہیے، دوسرے وہ ملک ہین جو برائے نام قومی خود مختاری یا اپنی حکومت رکھتے ہین، جیسے مصر، عراق، شام، حجاز، مراکش، تونس، بخارا، آذربائجان وغیرہ، روسی ممالک، انکو حقیقی آزادی اور خود مختاری کی کوشش کرنا چاہیئے، تیسرے وہ ملک ہین جہان گو مسلمانون کی کثرت ہو، مگر ان کو سیاسی آزادی نصیب نہین وہ غیر قومون کی محکوم اور ماتحت ہین، جیسے ملک کاشغر چین کا ماتحت ہے، الجزائر فرانس کا ماتحت ہے، جاوا ہولینڈ کا ماتحت ہے ان ملکون کو اپنی سیاسی آزادی حاصل کرنا ہے اور اس کے بعد مسلمان قومون کی جمعیت مین وہ داخل ہو سکتے ہین، چوتھے وہ ملک ہین جہان گو مسلمانون کی تعداد ہر ایک اسلامی ملک سے زیادہ ہے تاہم ان کو اپنے ملک مین اکثریت حاصل نہین، ایسے بدقسمت ملک دنیا مین صرف دو ہین **ہندوستان** اور **چین**، ان دونون ملکون کی سیاسی اور ملکی آزادی وہان کے مسلمانون کے لیے بھی گو حد درجہ ضروری ہو تاہم ملکی حالت کے اختلاف کی بنا پر ان دونون ملکون کی سیاسی اور ملکی آزادی، اس ملک کے مسلمانون کی تنظیم کے مرادف اور ہم معنی نہین ہو سکتی، اسی لیے ہندوستان و چین کے مسلمانون کو اس مسئلہ پر تمام دنیا کے مسلمانون سے زیادہ، بڑا دقت اور اپنی ہمت صرف کرنی چاہیے،

یہ کوئی چھپا راز نہین کہ آیندہ ہندوستان کی حکومت کی کوئی سی بھی شکل ہو، وہ خواہ ایک آزاد حکومت زیر سایۂ برطانیہ ہو، یا بڑھکر ایک آزاد جمہوریہ بن جائے تاہم وہ کوئی اسلامی حکومت نہ ہوگی، اور اسکی ملکی تنظیم سلمانون کی ملی تنظیم کے قائم مقام نہین ہو سکتی، اسلیے یہ حد درجہ غور کے قابل حقیقت ہے،

ہندوستان مین ہمارے محترم دوست ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ان کے رفقا نے **تنظیم** کے نام سے ایک آل انڈیا مجلس کی بنیاد ڈالی ہے، جہان تک اس کے اصول و مقاصد کا تعلق ہے کوئی عقلمند مسلمان اوسکی مخالفت نہین کر سکتا، لیکن ہم اپنے دوست کی خدمت مین یہ عرض کرنا چاہتے ہین کہ جس چیز کو وہ تنظیم سمجھ رہے ہین وہ حقیقت مین تنظیم کے فروع ہین، اصل نہین، شاخین ہین، جڑ نہین، اوصاف و عوارض ہین، جوہر نہین، وہ تنظیم کے نتائج کار ہین تنظیم کا رشتہ نہین، اسلامی فرقون مین مصالحت کا پیغام نیا نہین یہ **ندوۃ العلما** کی پرانی آواز ہے، جس پر اوسکو کفر کی سندین ملین، یتیمون اور بیواؤن کا انتظام، مسجدون کی نگرانی، مسلمانون کے اقتصادیات کی اصلاح، مدرسون اور مکتبون کا اجرار اور اسی قبیل کی چیزین، تنظیم کے عملی کام ہین، مگر خود تنظیم نہین، تنظیم کے

بغیر ان کاموں کو انجام دینے کی کوشش کرنا ایسا ہے جیسے بنیاد کے بغیر دیوار کھڑی کرنا، بلکہ دیوار کے بغیر چھت ڈالنا ہے،

جیسا کہ ہمارے دوست اپنی تقریروں میں کہا کرتے ہیں کہ وہ تنظیم کے نام سے کوئی نیا پیغام نہیں لائے ہیں، بلکہ وہی ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کا پیغام ہے جو دوبارہ سنایا جا رہا ہے، یا اب یاد دلایا جا رہا ہے، واقعہ یہی ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے والی تنظیم کیا تھی؟

کم از کم میرے لیے تنظیم کا تخیل نیا نہیں ہے، اس وقت جب ہمارے رہبروں کی وہاں تک نگاہ بھی نہ تھی، اسی معارف کے صفحات پر آج سے نو سال پہلے میرے خیالات اوس وقت ظاہر ہو چکے ہیں، جب سر ہانیگو کی تشریف آوری کے موقع پر فرنگی محل کی دعوت پر علما، کا وہ شاندار اجتماع محلسرائے فرنگی محل میں ہوا ہے، جس میں علمائے اسلام کی طرف سے یہ سوچا جا رہا تھا کہ حکومت سے ہمارے کیا مطالبات ہوں، اور سنا ہے کہ یہ طے پایا تھا کہ یہ مطالبہ کیا جائے کہ شرابی اور غیر پابند شرع مسلمان کونسلوں کے ممبر نہ ہو سکیں، اس مقالہ کا عنوان "مسلمانان ہند کی تنظیم مذہبی" ہے اس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ جس طرح اسلام کے تمام دور میں، اور خود ہندوستان کے اسلامی عہد میں، اور اس وقت بھی اکثر اسلامی ملکوں میں ایک امور مذہبی کا صیغہ صیغہ ہائے حکومت کا ایک جز تھا، رہا ہے، اور ہے، اسی طرح حکومت ہند آج بھی مشیخۃ اسلامیہ یا اور کسی نام سے اس صیغہ کو قائم کرے، اور تمام دوسرے صیغوں کی طرح اس کی بھی بہ ترتیب اور مقام وار شاخیں قائم ہوں، اور اس کے ماتحت ہر جگہ مسلمانوں کے مذہبی مقدمات طلاق، نکاح، فسخ، وراثت وغیرہ طے ہوں، اور مدرسوں، مکتبوں اور اوقاف کا انتظام اور مساجد اور ان کے اماموں اور موذنوں کی دیکھ بھال سپرد ہو، یہ زمانہ اور تھا، حالات اور تھے، اب زمانہ نے پلٹا کھایا ہے، ترک موالات کی خلیج حائل ہے، اب قومیں حکومت کی مدد کے بغیر اپنا کام آپ کرنے کے لیے آمادہ ہو رہی ہیں، اور اس خیال سے کہ گذشتہ مجوزہ طریقہ تنظیم میں جہاں بھلائیاں تھیں، وہاں یہ بھی ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو کہ قوم کے گلے میں غلامی کا ایک اور نیا سنہری طوق پڑ جائے، اور سرکاری علما کی تعداد میں اور غیر معمولی اضافہ ہو جائے اس تجویز کے آگے بڑھانے میں ہمیشہ خطرہ رہا،

مسلمانوں کی حقیقی، اصلی اور جوہری تنظیم وہی ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے قائم کی گئی تھی، اور وہ یہ ہے کہ ہر ایسے ملک میں جہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں، اور اکثریت بھی نہیں، ایک امارت یا امامت قائم کیجائے خاص قواعد شرعی کے ساتھ انتخاب ہو، اس کے لیے ایک مجلس شوری ہو، اور تمام افراد اس کے ہاتھ پر شرعی بیعت کریں اور اس کے ہر شرعی حکم کو ایک حکومت کے حکم کی طرح واجب التعمیل سمجھیں، جس کا مخالف مذہبا عاصی اور گنہگار، اور ملت کے رشتہ سے کٹ جانے والا ہوگا،

بدبختی یہ ہے کہ ہم یورپ کے خیالات، افکار اور طریقہ کار سے اس قدر متاثر ہو گئے ہیں کہ جب ہم کوئی کام کرنا چاہتے ہیں، وہی خیالات، وہی اصطلاحات اور وہی صورت حال ہمارے سامنے آجاتی ہے جب ہم اپنی قوم کی شیرازہ بندی کرنا چاہتے ہیں، تو انھیں کی بتائی ہوئی تدبیر ہم کو سوجھائی دیتی ہے، آزادی سے انھیں کی آزادی سمجھ میں آتی ہے، آرگنائزیشن، اور ڈسپلن سے انھیں کا لفظی ترجمہ تنظیم و ترتیب با قاعدگی خیال میں آتا ہے، امت محمدیہ کی تنظیم خود بانی امت کی تعلیم کے مطابق ہونی چاہئے، سرکار امت علیہ السلام نے سب کچھ بتایا ہے، اور کر کے دکھایا ہے، اسی کی تلاش اور جستجو کی ضرورت، اور اسی بنیاد اور اساس پر اپنی ٹوٹی اور شکستہ دیوار کے درست کرنے کی حاجت ہے، حضرت سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ظہور ہوا تو عرب کی قوم ہم سے زیادہ منتشر اور پراگندہ تھی، ہم سے زیادہ عداوتوں اور دشمنیوں میں مبتلا تھی، ہم سے زیادہ بدحال اور خستہ و خراب تھی، لیکن حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور کوششوں سے اور جناب باری عز اسمہ کی توفیق سے اس طرح متحد، منتظم اور یک رشتہ ہو گئی، کہ کانہ بنیان مرصوص گویا کہ یہ ایک دیوار ہے جس میں سیسہ پگھلا کر ڈالا گیا ہے، اور اوس کی سب اینٹیں جڑ کر ایک ہو گئی ہیں، یعنی اوس کی فردیت فنا ہو کر جماعت کا جزو ہو گئی ہے،

جسکو ہم تنظیم کہتے ہیں، اس کا شرعی نام جو محمد رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے نکلا ہے، وہ جماعت ہے تنظیم کرنے کو "جمع" یا جمع کلمہ" اور تنظیم ہونے کو اجتماع یا اجتماع کلمہ کہا گیا ہے، اس جماعت کے صدر، یا رئیس کا نام امام وامیر اور اس کے ارکان مشورہ کا نام اولوالامر ہے، ڈسپلن کا شرعی نام جسکی تاکید محمد رسول اللہ صلعم نے کی ہے، اطاعت ہے

اور آزادی کے اظہار کا نام قول حق ہے، اگر ہم مسلمانون کی تنظیم اور شیرازہ بندی کرنا چاہتے ہین اور یقیناً مسلمانون کو زندہ رہنے کے لیے اس تنظیم کی حاجت ہو، بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ بغیر اس کے ہیئت اسلامیہ کا وجود ہی نہین ہو سکتا آج ہمارے سینکڑون کام مین، ہر کام کے لیے ایک ایک عالمگیر مجلس یا انجمن ہمنے قائم کی ہو، قوم پر اثر رکھنے کے لیے تاکہ ان کے کامون کے لیے ان کو روپیہ ملتا رہے، آج ہر شہر مین ہر اسلامی مجلس اور انجمن دوسری مجلس اور انجمن سے ٹکرا رہی ہے، ہمارے ہر کام کی ابتدا گداگری سے ہوتی ہے، اور کم از کم دو تین نسلین اینٹ چونے کی عمارت اور فراہمی سرمایہ مین کھپ جاتی ہین، اور کارکنون کو اصلی کام کا موقع یا ملتا ہی نہین یا کم ملتا ہے، اور یہ ہماری تباہی کے اسباب ہین، ان سب کا علاج یہ ہو کہ ہماری ہیئت اجتماعی یا جماعت بندی پوری طرح کیجائے، اس کے بغیر یا ہم صرف منتشر اور بکھرے افراد ہین، جماعت نہین، اور اسلیے ہم اس حالت مین کسی جماعت اور کسی قوم کا مقابلہ نہین کر سکتے، یا مختلف مجلسون اور انجمنون مین بٹے ہوئے مختلف ٹولیان ہین، جو خود باہم ہاتھا پائی مین مصروف ہین، مختلف خانوادون اور پیرون کے مرید ہین، جو الگ الگ حصون مین بٹے ہوئے ہین، اور آہ کہ وہ کیفیت ہو جو قرآن پاک نے کبھی نامسلمون کی بتائی تھی، کہ

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى (حشر) بظاہر تو ان کو ایک سمجھیے حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوتے ہین،

امت محمدیہ کی شیرازہ بندی کس دھاگے سے ہو، اور اسکی تنظیم کس رسی سے ہو،

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران) اے مسلمانو! اور خدا کی رسی کو سب ملکر مضبوطی سے پکڑے رہو، اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا،

اور منع کیا کہ تمہاری زندگی ان دوسری قومون کی طرح نہ ہو جنین کوئی رشتہ اور نظام نہین،

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آل عمران) اور ان لوگون کی طرح نہ ہو، جو ایک دوسرے سے بچھڑ گئے اور کھلے کھلے احکام کے آنے کے بعد آپس مین اختلاف کرنے لگے اور انکے لیے بڑا عذاب ہے،

آخرت مین تو جو عذاب ہو وہ ہے اس دنیا مین بھی یہی ہین جو ہر جگہ ناکام اور گھاٹے اور ٹوٹے اور نقصان مین ہین، نہ انکی جماعت کا کوئی نظم ہے، نہ انکا کوئی اجتماعی کام ہے، نہ قومی عزم ہو، نہ دشمنون پر ان کا رعب ہو، اور اس نتیجہ کو خود قرآن ہی نے ظاہر کر دیا تھا، اور مسلمانون کو اس سے مطلع کر دیا تھا،

وَأَطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (انفال) اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اور آپس مین جھگڑا نہ کرو ورنہ تم سست پڑجاؤگے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی،

رسول اللہ صلعم کا جب عرب مین ظہور ہوا تو عرب کا قبیلہ قبیلہ جدا تھا اور جیسے آج تمہارا فرقہ فرقہ جدا ہے، اور ہر فرقہ کا نیا قبلۂ مقصود اور نیا کعبۂ امید ہو، آپ کی برکت سے دشمن دوست، مختلف متحد، منتشر مجتمع ہو گئے، اور قبائل نے ملت، اور افراد نے امت کا پیکر بدلا، اس نظم اور وحدت کا جو نتیجہ نکلا وہ سب کے سامنے ہو، بعثت محمدی کی برکتون مین سے یہ سب سے بڑی برکت ہو جو قومی حیثیت سے عرب کو حاصل ہوئی، خدا نے اسپر احسان جتایا، اور فرمایا،

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (آل عمران) اور اپنے اوپر خدا کے احسان کو یاد کرو کہ تم آپس مین دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلون کو جوڑ دیا تو اسکی مہربانی سے تم بھائی بھائی ہو گئے،

اسی نظم و اتحاد سے مسلمانون پر خدا کی نصرت اتری، اور جب اتر گئی اسی طرح اتر گئی، اسی لیے اس نظم و اتحاد کے پیدا کر دینے کو خدا نے اپنا خاص فعل قرار دیا،

هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (انفال) [illegible] وہی خدا ہے جس نے اپنی امداد سے، اور مسلمانون کے ذریعہ سے تیری مدد کی، اور ان مسلمانون کے دلون کو باہم جوڑ دیا اور اگر تو روئے زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتا تو ان کے دلون کو نہ جوڑ سکتا لیکن خدا نے

اس نظم و اتحاد، تالیف اور اجتماع کے پیدا کرنے کی اس زبردست حکمت والے نے تدبیر کیا بتائی ہے! سب سے پہلی چیز اطاعت ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللهَ اے مسلمانو! جب کسی گروہ سے مقابلہ آپڑے تو خدا کو بہت یاد

كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَ — کیا کرو تاکہ تم کامیاب ہو، اور خدا کی اور اس کے رسول کی

رَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ — اطاعت کرو، اور آپس مین نہ جھگڑو، ورنہ پست ہمت ہو جاؤ گے

رِيحُكُمْ (انفال) — اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی،

کسی دوسری قوم سے مسلمانون کو کامیاب مقابلہ کے لیے پہلی شرط خدا کی یاد اور اس پر اعتماد اور بھروسہ ہے، اور دوسری خدا اور اس کے رسول کی اطاعت ہے اور تیسری چیز یہ ہے کہ وہ آپس مین لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرین،

یہ حقیقت سامنے آنی چاہیئے کہ جس طرح رسول کی اطاعت خود خدا کی اطاعت ہی اور رسول کی اطاعت اوسکی اطاعت کے سوا نہین ہے، اسی طرح رسول کے جانشینون کی اطاعت بھی خود رسول کی اطاعت ہی، اسلئے رسول کے بعد ان امرا یا امامون کی اطاعت فرض ہے، جو صحیح طریقہ سے اوسکی نیابت کا حق ادا کرین، قرآن پاک کی اُن تمام آیتون مین جہان رسول کی اطاعت کی تاکید ہے، اگر وہان کوئی قرینہ ایسا نہین ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ یہان نبوت کی حیثیت ملحوظ ہے، تو وہان رسول کی اطاعت کے ضمن مین اوس کے نائبون اور جانشینون کی اطاعت بھی داخل ہی اور اسی بنا پر احادیث مین امرا اور امامون کی اطاعت مسلمانون پر فرض کیگئی ہے، قرآن پاک کی دوسری آیت مین ہے،

يَا اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ — اے مسلمانو! خدا کی اطاعت کرو، اور رسول اور اپنے سردارون کی اطاعت کر،

خدا کی اطاعت، رسول کی اطاعت اور امت کے امرا اور اماموں کی اطاعت مسلمانون پر واجب ہے، اور یہی ایک صورت مسلمانون کی تنظیم اور شیرازہ بندی کی ہی، اگر خود رسول اللہ صلعم کی حیات مین اولی الامر سردارون اور امامون کی اطاعت واجب تھی تو آپ کے بعد تو اور زیادہ ضروری ہوگی، یہان ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ الرسول اور اولی الامر ایک ہی فعل اطیعوا (اطاعت کرو) کے تحت مین مفعول ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولی الامر کی اطاعت بعینہ رسول کی اطاعت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اولی الامر کی اطاعت

اسی حالت مین واجب ہی جب کہ اونکا حکم خود رسول کے حکم کی تجدید و تائید ہو،

بعض لوگون نے اولی الامر کے معنی مین اختلاف کیا ہے، مگر یہ تو زبان عرب کا لفظ ہے اس کے معنی لغت سے معلوم ہو سکتے ہین، ولی ھذا الامر مشہور محاورہ ہے، احادیث مین سینکڑون دفعہ یہ لفظ ھذا الامر آیا ہے، لیکن اس کے معنی خلافت، حکومت، مسلمانون کی سرداری، اور ریاست کے آئے ہین، حضرت ابوبکر اپنی تقریر مین کہتے ہین کہ یہ امر قریش کے علاوہ کسی اور قبیلہ مین ہوگا، تو عرب تسلیم نہ کرین گے، خود قرآن ایک موقع پر کہتا ہے،

وَاِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ اِلَى الرَّسُولِ وَاِلَى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيلًا (نساء)

جب ان منافقون کے پاس امن یا خوف (یعنی اچھی یا بری) کی کوئی خبر آتی ہے تو وہ اس کو شہرت دیتے ہین، اور اگر اس خبر کے بارے مین وہ رسول اور سردارون کی طرف رجوع کرتے تو اُن مین سے جو لوگ بات کی حقیقت سمجھتے ہین وہ اسکو سمجھ سکتے، اور اگر خدا کا فضل و کرم تم پر نہوتا تو تم چند آدمیون کے سوا سب شیطان کی پیروی کرنے لگتے

ان پاک آیتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اولی الامر کے کیا معنی ہین ؟ یہ ضروری نہین ہے کہ اولی الامر کے معنی صرف قوت قاہرہ اور قوت نافذہ والے امرا ہی کے ہون، کیونکہ ظاہر ہے کہ رسول کی موجودگی مین کسی دوسرے کو یہ قوت حاصل نہ تھی، اس وقت رسول کی حیثیت امام اعظم کی تھی، اور دوسرے سردارون کی امام اصغر کی تھی جو اپنے اپنے قبیلون، یا فوج کے دستون، یا درس کی سندون پر متعین تھے،

اسی آیت مین مسلمانون کی تنظیم اور شیرازہ بندی کا نقشہ بھی ہے، کہ جب دشمن کی کوئی خبر ملے یا اور کوئی اہم واقعہ معلوم ہو تو اس کی اشاعت کی مصلحت کو صرف امامون اور سردارون کے ہاتھ مین سپرد کردینی چاہیئے، اس کی خبر پہلے امامت اور امارت کے مرکزی موقع پر پہنچانی چاہیئے، تاکہ اگر وہ مصلحت سمجھین تو اوسکی اشاعت کرین، یا اس خبر کی تحقیق کرین، اور اس تنظیم اور جماعت کے نظام سے روگردانی

نفاق کی علامت اور شیطان کی پیروی ٹہرائی گئی، اور اسی لیے ایسے اشخاص جو اس جماعت کا ساتھ چھوڑ دین اون کو قتل تک کر دینے کی اجازت دیگئی،

ہم نے اوپر کی سطرون مین قرآن کی آیتون سے جو کچھ ثابت کرنا چاہا ہے، وہی احادیث صحیحہ سے ثابت اور واضح ہے، آپ فرماتے ہین،

من اطاعنی اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصی امیری فقد عصانی (بخاری کتاب الاحکام)

جسنے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی، اور جسنے میری نافرمانی کی، خدا کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جسنے میرے امیر کی نافرمانی

آپ فرماتے ہین،

اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ، (بخاری، احکام)

سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ کوئی حبشی غلام ہی تمپر سردار بنایا گیا ہو جس کا سر سوکھے منقی کی طرح کیون نہ ہو،

پھر ارشاد ہوتا ہے،

من رای من امیرہ شیئا فکرھہ فلیصبر فانہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبرا فیموت الا مات میتۃ جاھلیۃ (بخاری احکام ومسلم کتاب الامارہ)

جو تم مین سے کوئی اپنے امیر سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو صبر کرے کیونکہ کوئی جماعت سے علیحدہ ایک بالشت بھی علیحدہ ہو جائے اور اسی حالت مین مرجائے، تو اسکی موت جاہلیت کی موت ہوگی

دیکھو یہی جماعت کا لفظ اس حدیث مین قومی نظام کے معنی مین بولا جارہا ہے، اس بارہ مین سب سے زیادہ صاف اور واضح حدیث حضرت حذیفہ والی روایت ہے، حضرت حذیفہ صحابی کہتے ہین کہ لوگ رسول اللہ صلعم سے خیر اور بھلائی کی نسبت سوال کیا کرتے تھے اور مین شر اور برائی کے بارہ مین دریافت کیا کرتا تھا کہ وہ مجھے کہین پا نہ لے، مین نے عرض کی یا رسول اللہ ہم عرب جہالت اور بدی مین مبتلا تھے، خدا اسلام کی یہ بھلائی لایا، تو کبھی اس بھلائی کے بعد پھر برائی کا دور بھی آئے گا، ارشاد ہوا، ہان آئے گا، دوبارہ

گذارش کی کہ کیا اس کے بعد پھر بھلائی کا زمانہ آئیگا، فرمایا ہان کسی قدر دل کے بگاڑ کے ساتھ، عرض کی وہ بگاڑ کیا ہوگا، فرمایا کچھ ایسے لوگ ہون گے جو میرے طریقہ کے خلاف چلین گے، اچھی باتین بھی کرین گے، بری باتین بھی کرین گے، گذارش کی، کیا اس اچھائی کے دور کے بعد پھر برائی کا دور بھی آئے گا، فرمایا ہان متفرق لوگ ہین جو جہنم کے دروازون کی طرف لوگون کو بلاتے ہونگے، جو ان کی بات مانے گا، وہ اس کو دوزخ مین پہنچادین گے، عرض کی یا رسول اللہ اونکی صفت بیان فرمادیجئے، ارشاد ہوا کہ وہ ہماری ہی قوم کے ہونگے، اور ہماری ہی زبان بولتے ہون گے، عرض کی، حضور! اگر یہ زمانہ میرے سامنے آجائے تو کیا حکم ہے فرمایا، تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم مسلمانون کی جماعت کو اور اس کے امام کو لازم پکڑو، عرض کی یا رسول اللہ اگر نہ مسلمانون کی کوئی جماعت ہو اور نہ کوئی اون کا امام ہو تو کیا حکم ہے، فرمایا تو اس وقت ان سب مختلف فرقون کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جاؤ، گو اگر درخت کی جڑ کھا کر زندگی بسر کرو یہانتک کہ تمکو موت آجائے تو یہ بہتر ہے،

یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب الفتن اور صحیح مسلم کتاب الامارہ مین ہو کر یہ حدیث ہماری موجودہ مشکلون کی مختلف گرہون کو کھولتی ہے،

۱۔ پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ مسلمانون کا نظام وہی اونکی جماعت ہو، اور اس جماعت کا رئیس وہی ان کا امام ہے،

۲۔ اسی امامت کے وجود سے جماعت کا وجود ہو، اگر امامت نہین تو جماعت بھی نہین، بلکہ وہ بٹے ہوئے فرقے ہین،

۳۔ مسلمانون کے تمام قومی اور اجتماعی کام اسی وقت جائز ہین جب پہلے اونکی جماعت کا کوئی امام ہو، اسلئے مسلمانون کی اجتماعی زندگی کا سب سے پہلا کام یہی ہے کہ وہ امام کے نصب و قیام کے بعد ایک جماعت بنجائین،

۴۔ اگر امامت نہ ہوگی، تو جماعت بھی نہ ہوگی اور جب جماعت نہ ہوگی تو ان کا کوئی کام درست نہ ہوگا،

۵۔ اسلیے جب مسلمانون مین امام و جماعت نہو تو افراد کو جماعتی کامون کو چھوڑ کر تنہا اپنی ذاتی نجات کی فکر کرنا چاہیئے کہ امام و جماعت نہ ہونے کی صورت مین جماعتی کام کا خیال وقت عزیز کو ضائع کرنا ہے،

بنابرین ان تمام لوگون کو جو مسلمانون کا اجتماعی وجود چاہتے ہین جو اون کے جماعتی کاروبار کو چلانا چاہتے ہین، سب سے پہلے خود مسلمانون کو فرقون کے بجائے جماعت بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اسی کا نام نظم ملت ہے،

اس تخیل پر بعض گوشون سے یہ فقیہانہ اعتراض پیش کیا جاتا ہے کہ کتب فقہ کے دفترین کسی ایسی امامت کا وجود نہین جسکے ہاتھ مین احکام کے اجرا کی فوجی اور سیاسی طاقت نہو، سوال یہ ہے کہ اس حدیث کے مطابق اگر ہم اپنی جماعت بنانا چاہین، تاکہ ہمکو وہ منضبط طاقت حاصل ہو تو پہلے وہ قوت حاصل کرنی چاہیئے جو جماعت کا نتیجہ ہے، یا پہلے جماعت بنانا چاہیئے جسکا نتیجہ یہ قوت ہے؟ اسلام پہلے جماعت بنا یا قوت؟ اب اگر اسلام ہندوستان مین قوت سے محروم ہے تو اسکو پہلے قوت بنانا چاہیئے یا جماعت؟ آنحضرت صلعم نے ۲۳ برس نبوت کی یعنی مسلمانون کی امامت فرمائی، مگر ظاہری قوت کی مدت صرف دس برس ہے، تو کیا مکہ معظمہ کے ۱۳ برسون مین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم واجب الاطاعت امام نہ تھے، اور مسلمان آپکے ہر حکم کی بجا آوری کے لیئے مامور نہ تھے کہ آنحضرت صلعم کے دست مبارک مین تنفیذ کی ظاہری قوت نہین تھی؟ کیا یہ عقیدہ اور یہ استنباط صحیح ہے؟ حبش کے ملک مین مسلمان مہاجرین کی حیثیت ایک جماعت کی، اور حضرت جعفر کی حیثیت ایک نائب امام کی نہ تھی؟ جماعت علت ہے، اور قوت معلول، قوت علت اور جماعت معلول نہین ہے، جماعت پہلے پیدا ہوتی ہے، اور قوت بعد کو، قوت پہلے اور جماعت بعد کو نہین پیدا ہوتی، اور اگر یہ صحیح ہے کہ قوت کے بغیر امامت، پیشوائی اور جماعت کا خیال غلط ہے، تو پھر اس باب مین کیا ارشاد ہے کہ "محروم القوۃ پیرون" کے ہاتھ بیعت جائز ہے یا نہین؟ اور انکی اطاعت واجب ہے یا نہین؟

یہ توضیح مین جملہ معترضہ تھا، اصل یہ ہے کہ مسلمانون کی تنظیم کا اصلی شیرازہ اُن کی جماعت ہے، اور اس جماعت کا مرکز ایک واجب الاطاعت شخصیت، اور اس کے ساتھ بحکم وَاَمۡرُھُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَھُمۡ (مسلمانون کا کام یا حکومت آپس کے مشورے سے ہے) اولوالامر اور ارکان شوری کا وجود ہے، کہ خود امام الاولین والآخرین کو بھی بارگاہ الٰہی سے یہی حکم تھا،

وَشَاوِرۡھُمۡ فِی الۡاَمۡرِ

اور اے رسول یا اے مسلمانون کے امام! ان مسلمانون سے باہم مشورہ کر لیا کرو

اس نظم جماعت کے ماتحت ہمارے تمام کام کسی نزاع، کسی تصادم اور کسی باہمی جھگڑے کے بغیر انجام پا سکتے ہین، مسلمانون نے ابھی چند سال پہلے اس نقشہ کے مطابق اپنی جماعت، اپنی اطاعت اور مرکزیت کا تھوڑا سا نمونہ پیش کیا تھا اس کا حیرت انگیز نتیجہ انھون نے دیکھا، اگر یہ چیز پوری طرح، کامل ہمت کے ساتھ اور پورے نظام کے ساتھ قائم ہو جائے، تو مسلمان حقیقت مین مسلمان ہو جائین،

اس بحث کے ابھی اور اطراف باقی ہین، اور اس کے متعلق ہم بہت کچھ کہنا چاہتے ہین بشرطیکہ مسلمان سننا بھی چاہین،

فرائضِ تمدن

بسلسلۂ گذشتہ

از مولوی عبد الباسط صاحب بی اے بھرایونی

جہان ماہرین فلسفہ متفقہ طور پر اس کے حامی ہین کہ نوع انسانی کے تمدن پر اقلیم یا آب وہوا، غذا سرزمین اور مناظر فطرت اپنا کافی اثر ڈالتے ہین وہان یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان مین سب سے زیادہ نتائج جس چیز سے انسانی تمدنی زندگی پر مرتب ہوئے ہین وہ فراہمی دولت ہے، ہر ملک وملت مین جب ایک خاص حد تک دولت جمع ہو جاتی ہے، اس وقت وہ مختلف طریقون سے ترقی کرنا شروع کرتے ہین، خود علم کی ترقی دولت کی افزونی سے وابستہ ہے، جس وقت تک ہر فرد خود اپنی ضروریات زندگی مہیا کرنے مین ہمہ تن مصروف رہے گا، اس وقت تک نہ تو کسی کو اعلیٰ ترین مشاغل کا ذوق وشوق ہوگا، اور نہ اوسکی فرصت ملیگی کہ وہ کوئی جدید ترقی کر سکے، اگر کسی سوسائٹی کے تمام افراد اسقدر صرف کر دین، جس قدر کہ وہ کماتے ہون تو ان کے پاس کچھ سرمایہ ان لوگون کے لیئے نہ پس انداز ہوگا، جو دراصل فراہمی سرمایہ کیلئے فطرۃً ناقابل ہین، لیکن اگر آمدنی خرچ سے زائد ہوگی تو بافراغت لوگون کی ایک ایسی جماعت قائم ہو جائیگی جو زیرکی وفہم اور عقل ودانش مین اپنے سے زیادہ متمدن ممالک سے کسی طرح کم نہ ہونگے اور تھوڑے ہی عرصہ مین ملک ترقی کرتا چلا جائے گا، اس وقت اسکی ضرورت باقی بھی نہ رہیگی کہ تمام اشخاص انفرادی حیثیتون سے علیحدہ علیحدہ رزق رسانی کے لیے محنت کرین بلکہ وہ اپنا وقت اس سے زیادہ کار آمد کام مین صرف کر سکین گے اور علم وعقل کی روشنی مین مختلف طلسمات نیرنگ عالم دیکھ سکین گے، اور اس طرح ایجاد واختراع کا دروازہ کھل جائے گا،

اب ہم اس امر سے بحث کرتے ہین کہ قوانین انسانی اور حقوق الناس متمدن زندگی مین کس درجہ

اثر رکھتے ہین، یہان یہ امر واضح ہوجانا چاہیئے کہ کسی سوسائٹی کی عادلانہ تنظیم کا انحصار صرف اکراہ و اجبار پر موقوف ہوتا ہے اسین سلاطین وقت یا ان کے قوانین مروجہ کو بہت کم دخل ہوتا ہے کیونکہ وہ اقوام جو بالطبع مطلق العنان ہوتی ہین ان کے لیے رعب سلطانی اور قوانین ملک بالکل بے اثر ہوتے ہین، اسی طرح وہ قوم جو اصل معنون مین امن پسند اور عاقل ہوجاتی ہین ان کے لیے بھی قوانین کی فطرۃً کوئی ضرورت باقی نہین رہتی، جو قوانین کہ ایک خاص وقت مین مفید ثابت ہوتے ہین وہی دوسرے وقت بیکار اور بتدریج مضر ہونے لگتے ہین،

اس لیے بہترین اصول یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ زندگی کے مختلف شعبون مین سخت اور قطعی قوانین وضوابط قائم کیے جائین افراد مین اس امر کی کوشش کیجائے کہ ان مین خصائل حسنہ اور اعمال و افعال پسندیدہ پیدا ہون لیکن ابتدا مین ناروا آزادی کی روک تھام کے لیے قوانین کا وجود ضروری ہے چونکہ جس چیز کو لوگ خوف سے کرتے ہین وہ بتدریج عادت ہوجاتی ہے اور پھر اسی کو وہ اپنی شعوری آزادی سے انجام دینے لگتے ہین، اس سے معلوم ہوا کہ اول قانون وجود مین آتا ہے پھر عادت اور پھر نیکی، اصل منشائے قانون لوگون کے حقوق و فرائض کی اقامت اور تنظیم ہے اور یہ دونون چیزین باہم لازم و ملزوم ہین، جب ایک شخص کوئی حق رکھتا ہے تو دوسرون پر نہ صرف اس حق کی حرمت فرض ہوجاتی ہے بلکہ ساتھ ہی اس حق کو فلاح عامہ کے لیے استعمال کرنے کا فرض بھی اسی پر عائد ہوجاتا ہے یعنی حقوق الناس کے یہ معنی ہین کہ رفاہ عام کے لیے اس کو بعض چیزون کا مالک بنا دیا گیا ہے،

حقوق دو قسم کے ہوتے ہین، اول حقوق اللہ دوسرے حقوق العباد یا حقوق الناس، اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ غایت تخلیق اشرف المخلوقات کی بنا یا انتہا صرف ان دونون اقسام کے حقوق کا اپنی زندگی مین کامل طور پر انجام دینا ہے، حقوق اللہ سے وہ حق مراد ہین جو خالق مطلق نے اپنی مخلوق کے ذمہ اپنے متعلق عائد کیے ہین اور ان کی فرضیت نص صریح سے ظاہر ہے ان حقوق کا ادا کرنا ہر فرد انسانی کے لیے خالق کی رضا جوئی کی غرض سے فرض ہے اگر اسکی غایت خوشنودی خالق نہ ہوگی تو وہ

حق پورا نہ ہوگا، بلکہ اس کا شمار ریا مین ہوگا،

دوسرے حقوق العباد ہین ان مین سے بعض وہ حقوق جنکا تعلق افراد کو صرف اپنی ذات سے ہوتا ہے اور ان مین سے بعض وہ ہین جو ایک شخص کے ذمہ دوسرے بنی نوع کے حقوق بحیثیت نوع انسان مختلف طریقون پر واجب ہوتے ہین، ان مین سے سب سے اول ہم ذاتی فرائض کو لیتے ہین، ہر شخص بخوبی واقف ہے کہ ترکیب انسانی دو اجزا سے مرکب ہے اور وہ دونون ایک دوسرے سے بالکل ممتاز ہین ان مین سے ایک جسم دوسرا روح ہے اور باوجود اس کے کہ ان کی طبائع بالکل متغائر ہین لیکن ان دونون مین ایسا عجیب و غریب اتحاد پایا جاتا ہے کہ ایک کے متاثر ہونے پر دوسرا ضرور متاثر ہوتا ہے لہذا ہر انسان پر یہ فرض ہے کہ وہ ان دونون وجودون کی بخوبی حفاظت کر سکے، علامہ لاک کہتا ہے کہ وہ سعادت و فلاح جس سے دنیا مین فائدہ اٹھانا انسان کے لیے ممکن ہے، اس کے واسطے دو چیزین لازمی ہین اول عقل صحیح دوسرے جسم سالم" یہ دونون نعمتین تمام دیگر نعمتون کی اصل ہین، اور جس شخص کے پاس یہ دونون موجود ہین وہ در اصل بڑا خوش قسمت ہے چونکہ یہی دونون سعادت اور شقاوت کی بنیاد ہین، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو دو قسم کی ضروریات ہوتی ہین ایک روحانی ضروریات جو نفسانی سعادت اور روحانی فلاح کو مستلزم ہین اور دوسری جسمانی ضروریات جو جسمانی سعادت کو مستلزم ہین، اب نفسانی یا روحانی ضروریات تو وہ ہوئین جنکے استعمال مین لانے سے انسانی نفس صحیح سالم اپنے فرائض کی انجام دہی کے قابل رہتا ہے، اور جسمانی ضروریات وہ ہین جنکی بدولت جسم تندرست اور ان فرائض کی انجام دہی کے قابل ہوجاتا ہے جو اس دنیوی زندگی مین اس کے ذمہ فرض کیے گئے ہین،

اب ان حقوق الناس مین سے جنکا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ ہوتا ہے، منجملہ دیگر حقوق کے اہم ترین حقوق، حقوق زندگی، آزادی، ملکیت، معاہدہ اور تعلیم قرار دیے جا سکتے ہین،

انسانی حقوق مین مقدم ترین حق زندہ رہنے کا ہے، اس سے مطلب یہ ہے کہ تکمیل نفس

ایک شخصی چیز ہے، ورنہ اگر اس کو غیر شخصی شے تصور کر لیا جائے تو پھر اس پر شخصی حیات قربان کیجا سکتی ہے لیکن غور کرنے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ جس نفس یا شخصیت کی تکمیل مقصود بالذات ہے وہ دراصل انفرادی نہین ہے بلکہ ایک حد تک اجتماعی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض مواقع ایسے پیش آجاتے ہین جہان افراد کی قربانی جماعت کے لئے مستحسن قرار دیجاتی ہے لیکن یہ صورتین دراصل مستثنیات مین سے ہوتی ہین عام طور پر یہ اصول مسلمہ نہین ہے بلکہ عمومی حیثیت سے انسانی فلاح انسانی حیات کے بقا اور تحفظ ہی کی مقتضی ہے اس لئے حرمت حیات کا حق تمام حقوق مین اوّل ہے ،

غیر متمدن اقوام مین اس حق کی حرمت کا لحاظ نہین کیا جاتا اپنے ذاتی فوائد کو ملحوظ رکھکر بچون کو معرض ہلاکت مین ڈالدیتے ہین، اسیران جنگ اکثر تہ تیغ کردیئے جاتے ہین لیکن متمدن اقوام اس حق کا بہت زیادہ پاس وادب کرتی ہین اور حتی الوسع ان مواقع سے احتراز کرتی ہین جہان اس حق کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے،

زندگی کے حق کے بعد آزادی کا حق ہے انسان فطری اور خلقی طور پر آزاد پیدا کیا گیا ہے اس کو آزادی کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے کسی ہادی کی ضرورت نہین ہے کیونکہ انسان مین آزادی کا احساس منجملہ ان احساسات کے ہے جنکی طرف انسان فطرۃً مائل ہوتا ہے، یہی وہ آزادی ہے جس کا شعور ہر ذی عقل انسان اپنے نفس مین پاتا ہے، تمام تاریخی واقعات اور حادثات اسی آزادی پر مبنی ہے، وہ کونسی آزادی ہے جس کے حصول کی غرض سے یورپ نے نہایت جانبازی کے ساتھ جہاد کیا ہے اور اپنی عزیز جانین تک قربان کردین؟ وہ کونسی آزادی ہے جسکی نسبت **ڈیوو** (BE.VEUX) کہتا ہے کہ "آزادی دنیا کی ہر قسم کی سعادت وفلاح سے افضل ہے" اور جسکی **وکٹر ہیگو** (VICTOR HUGO) ان الفاظ مین مدح سرائی کرتا ہے کہ "آزادی ایک ایسی ہوا ہے جو نفس انسانی کی زندگی کے لیے ایک ضروری اور لابدی شے ہے"

کیا اس آزادی سے یہ مراد ہے کہ انسان تمام قیود اور ہر قسم کے روابط سے آزاد ہو کر محض بے قید اور مطلق العنان ہوجائے اگر اس آزادی کو اس کے معنی کہا جاتا ہے تو یہ اس لفظ آزادی کا بالکل ناجائز استعمال ہے،

خودسری یا مطلق العنانی کسی حالت مین بھی کسی خوش نظم یا متمدن سوسائٹی مین جائز نہین قرار دیجا سکتی ہے، اس سے تو یہ مراد ہوگی کہ کسی جماعت کے ہر فرد کو یہ حق ہوگا کہ وہ جو اس کا دل چاہے کرے، وہ آزادی جس کے اشتیاق مین تمام قومون کے فلاسفر بے چین ہین وہ معتدل آزادی ہے جسکی بدولت انسان اپنی تمام قوتون کو جو قدرت سے اسکو عطا کیگئی ہین، بغیر کسی مزاحمت وخوف کے استعمال کرسکے بشرطیکہ وہ ان حدود مقررہ سے متجاوز نہ ہو، جو عادلانہ قوانین نے قرار دیدی ہین کیونکہ اگر ان حدود سے تجاوز ہوگا تو وہ قوم کے دیگر افراد کے لیے مضر ثابت ہوگا، اور اس طرح اصول تمدن کے خلاف ثابت ہوگا اسی معتدل آزادی کے ضمن مین نفس کی آزادی، عقلی آزادی، اور علمی آزادی بھی آسکتی ہین،

حق آزادی کے بعد حق ملکیت ہے، اس آزادی سے جو فرض انسان کے ذمہ عائد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کو عاقلانہ اور عادلانہ طور پر فلاح عامہ کے لیے استعمال کیا جائے وہ اقوام جو اس فرض کی انجام دہی مین کوتاہی کرتی ہین ان کو یہ حق نہین دینا چاہیئے، چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ ابتدائی اقوام مین یہ حق بالکل مفقود ہے، افلاطون کا یہ خیال ہے کہ ایک اعلی نظام حکومت مین تمام چیزین مشترک ہونا چاہئین اس کے نزدیک ملکیت شخصی کا کوئی حق نہین ہے، یہی وہ اصول ہے جسکی بنا پر موجودہ زمانہ مین **بالشویک** حق ملکیت کو شخصی ملکیت سے نکالکر ہر فرد بشر پر یکسان مشترک ملکیت مین دینا چاہتے ہین، وہ افلاطون کے اس معنی مین بھی ہم خیال ہین، کہ اقوام مین عقد یا نکاح زن وشو کی رسم محض ایک لغو اور لایعنی شے ہے، توالد وتناسل یا ترقی نسل کے لیے منجملہ دیگر اشیاء کے عورت کو بھی کسی شخص واحد کی ملکیت مین نہ ہونا چاہیئے، اس مشترک یکسان ملکیت سے اقوام کو جو نقصان عظیم پہنچا ہے اس کا اندازہ ان اقوام کی مجبوگی

حالت دیکھنے سے بخوبی ہوجاتا ہے جس مین یہ اصول تھوڑے ہی عرصہ تک رائج رہتے ہین،

دیگر اشیا کی شترکہ ملکیت مین سے جو ایک حد تک ناممکن الوقوع صرف صنف نازک ہی کو لیجئے کہ جن اقوام مین مذہباً یا رسماً اس کا رواج ہے وہ متمدن سوسائٹی مین کس نظر سے دیکھی جاتی ہین اگر تعصب سے کام نہ لیا جائے تو انکی نسبت یہ فتویٰ دیدینا ہرگز بے جا نہ ہوگا کہ وہ دراصل بے حیائی اور بے شرمی کا مجسمہ ہے،

ملکیت کے حق کے بعد ہم "حق معاہدہ" سے بحث کرتے ہین یہ وہ اخلاقی فرض ہے جس سے باہم ایک دوسرے سے جو معاہدہ ہو اسکو پورا کرنے کا فرض انسان کے ذمہ عائد ہوتا ہو، تمدن کے ابتدائی درجات مین معاہدہ دراصل کوئی شے ہی نہین ہو[illegible] اور ایفائے وعدہ سے ہر شخص ناآشنائے محض ہوتا ہے، وہان قوت بازو فیصلہ کن رکن ہوتا ہے ہر وہ فرد جس مین نسبتاً دوسرے اشخاص سے قوت وطاقت زیادہ ہوتی ہے وہ اپنا کام نکال لیتا ہے چنانچہ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ "جماعتین اپنی طبیعی حالت سے معاہدہ کی طرف ترقی کرتی ہین" جس کے یہ معنی ہین کہ ہر متمدن سوسائٹی کا یہ فرض ہے کہ وہ اس عہد یا معاہدہ کو جو آپس مین طے ہو ہر حالت مین پوری پابندی کے ساتھ وفا کرے اگر ایفائے عہد کسی سوسائٹی یا جماعت سے مفقود ہوجائے تو اس کے افراد مین اتحاد و موانست ایک منٹ بھی قائم نہین رہ سکتی اور نتیجہ پوری جماعت کی بربادی ہوتا ہے،

اس کے بعد اسی طرح "حق تعلیم" کو ہم دوم حق مراد لیتے ہین جس کے ذریعہ سے نفس عاقلہ کی تکمیل ہوتی ہے، ایک اعلیٰ نظام اور متمدن سوسائٹی کے لیے نہ صرف تعلیم محض بلکہ اعلیٰ تعلیم ضروری اور لازمی چیز ہے، جس کے بغیر متمدن ہونا بہت دشوار ہے، تمام کتب سیر اس پر شاہد ہین کہ تمام وہ اقوام اور ممالک جو تمدنی ترقیات مین پیچھے ہین وہ ہمیشہ سے تعلیم سے بے بہرہ رہی ہین، غیر متمدن زندگی کے زنگ کو جو چیز صیقل کرکے صاف کرتی ہے اور اس کو ابھار کر متمدن طبقہ سے لاملاتی ہے وہ صرف تعلیم ہے،

اس سے واضح ہوگیا کہ تمام جماعتون کے لیے جو تمدنی زندگی مین فائق ہونا چاہتی ہین یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے افراد کی تعلیم کا اعلیٰ انتظام کرین، آج تمام وہ اقوام جو مدارج تمدن کے ملاء اعلیٰ پر نظر آتی ہین صدیون پہلے سے اپنے افراد کی تعلیم مین منہمک اور سرگردان رہی ہین، جب ان کے نفوس عاقلہ کی پورے طور پر تکمیل ہوچکی تو زمانہ کے متمدن افراد مین شمار ہونے لگی ہین، یہان تعلیم سے مراد کوئی خاص تعلیم مغربی یا مشرقی یا کسی خاص جگہ یا قوم کی نہین ہے بلکہ اس سے مراد وہ تعلیم ہے جس کے ذریعہ سے دماغ نشو ونما پاکر جہالت کی تاریکیون سے نکل جاتا ہے،

ان تمام حقوق الناس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمکو یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ جب قوم وملت کے ہم فرد ہین اسکی اعلیٰ ترین ترقی اور فلاح وبہبودی کے لیے ہماری زندگی کے نشو ونما کو جو ذرائع اور وسائل درکار ہین ان پر ہمکو پورا پورا حق حاصل ہے اور ان تمام ذرائع اور وسائل کو اسی مقصد کے لیے استعمال کرنا ہمارا تمدنی فرض ہونا چاہیئے،

ترکیب تمدن

انفرادی ہستیان جب کسی ایک رشتہ مین منسلک ہوتی ہین تو ان کی مختلف صورتین پیدا ہوسکتی ہین، منجملہ ان کے سب سے اول مجموعہ ایک خاندان یا قبیلہ کی صورت مین ظہور پذیر ہوتا ہے، یہ جماعت چند افراد کا باہم رشتہ قرابت سے وابستہ ہونے کا نام ہے اس کا اصل اصول موانست فطری ہوتی ہے اور یہی اس کے قیام کا باعث ہوتی ہے، اس کا مقصد دراصل بیچارگی طفولیت کی حفاظت و خبرگیری اور فطری محبت و موانست کے ساتھ ایک دوسرے سے ربط رکھنا ہے، یہ نظام قدرتی طور پر اس خوش اسلوبی سے انجام پاتا ہے کہ کوئی دوسرا نظام ایسا نہین ہوسکتا، ایام طفولیت یا شیرخوارگی مین جو حفاظت یا خبرگیری والدین کرتے ہین وہ کوئی بہتر سے بہتر نظام سلطنت بھی نہین کرسکتا، اسی طرح دوستی کا دائرہ جس قدر کم ہوگا اسی قدر اس مین پائداری اور خلوص زیادہ ہوگا، خاندان کا ایک بزرگ مثل ایک بادشاہ کے

ہوتا ہے اور اس کے خورد سب اس کے احکام کے ماتحت ہوتے ہین، حسب مشورہ خاندان وہ تمام امور کی انجام دہی کے لیے حسب مراتب احکام نافذ کرتا ہے اور اس طرح پر تمام خاندانی کام انجام پاتے ہین، اندرونی اور بیرونی تمام معاملات خاندان کے سامنے پیش ہوتے ہین اگر کوئی مسئلہ متنازع فیہ ہوتا ہے تو وہ ہر دو فریق کے بیان سنکر بزرگ خاندان کے ہاتھون طے پاتا ہے، سلطنت روم مین ایک بزرگ خاندان کے اختیارات بہت وسیع ہوتے ہین یہانتک کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو قتل کر سکتا تھا گویا خاندان ایک جمہوریت کا نمونہ ہے گو چھوٹے پیمانے پر ہو مگر اصول بالکل یکسان ہین اسی طرح چند خاندان سے ملکر جو ایک جماعت بنتی ہے اس کو قوم کہتے ہین، قوم مین بھی مثل خاندان کے تمام ان حقوق کی بدرجہ اکمل پابندی ہوتی ہے، تمام قوم کا ایک سردار قرار دیدیا جاتا ہے اور اسی کے مشورہ و رائے کے مطابق قوم کے تمام مراحل طے پاتے ہین، ہر فرد قوم کا اخلاقی فرض ہوتا ہے کہ وہ تمدنی فرائض کی پابندی کرے، ایک قوم بحیثیت اپنی ذات کے بمقابلہ دوسری اقوام کے متحد ہوتی ہے، بیرونی دشمنون سے محافظت اور اندرونی معاملات کی تنظیم اس کا فرض منصبی ہوتا ہے، جب چند اقوام ملجاتی ہین تو اس سے ایک ملک یا سلطنت کی بنیاد پڑتی ہے اور اس طرح حکومتین اور سلطنتین معرض وجود مین آتی ہین،

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ خاندانی تعلقات کی بنیاد باہمی فطری محبت پر ہوتی ہے، لیکن اس سلسلہ سے قطع نظر کر کے جب ہم کاروباری زندگی پر سطحی نظر ڈالتے ہین، تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک دوسرے کے بالکل برعکس ہین، چونکہ کاروبار مین صرف باہمی معاہدہ ہی شرط ہوتی ہے اس کو کوئی تعلق فطری جذبات سے نہین ہوتا ہے، وہان تعلقات مربیانہ ہوتے ہین، یہان افسری اور ماتحتی کے تعلقات ہوتے ہین اگرچہ خاندان مین بھی یہی حاکم و محکوم کا رشتہ ہوتا ہے لیکن نوعیت جداگانہ ہوتی ہے، وہان تو ایک مربی اپنے کمسن متعلقین کی بحیثیت مربی تعلیم و تربیت کرتا ہے، یہان صرف ایک معاہدہ ہے، جس کیلیے وہ ایک خاص کام کے لیے مقرر ہوتا ہے اس لیے ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے ایسے قوانین و ضوابط ترتیب

دیئے جائین جن سے ماتحت لوگون پر تشدد نہ ہو سکے اور حاکم محکوم کو درجہ غلامی تک نہ پہنچا سکین،

زمانہ گذشتہ وحال کا موازنہ ہم کو یہ بتاتا ہے کہ جس قدر زمانہ تمدنی ترقیات مین گام زن نظر آتا ہے اسی قدر خلوص و موانست مین کمی اور محض رسم و رواج مین ترقی روزافزون ہوتی جاتی ہے، زمانہ سابق مین ایک آقا اور خادم کا باہمی کاروباری تعلق مثل ایک خاندانی تعلق کے ہوتا تھا، جو معاہدہ کاروباری حاکم محکوم مین ہوتا تھا وہ موانست و خلوص کی زنجیر سے مستحکم ہو جاتا تھا، آقا کا اخلاق خادم کے اخلاص پر سیمنٹ کا کام کرتا تھا، یہی وجہ تھی کہ آقا کا برتاؤ مربیانہ ہوتا تھا، اور خادم کا طرز عمل مودبانہ اور مخلصانہ ہوتا تھا، آقا کی خوشحالی اور نیک نامی سے خادم کو دلی مسرت ہوتی تھی، اور اس پر کسی قسم کی مصیبت خادم کے لیے سوہان روح ہوتی تھی، لیکن فی زمانا یہ واقعات محض افسانہ ہو کر رہ گئے ہین، کہ وفادار خادم اپنے آقاؤن کے لیے اپنی عزیز جانین تک قربان کر دیتے تھے،

اسی طرح استادون اور شاگردون کا برتاؤ مخلصانہ اور مربیانہ ہوتا تھا، شاگرد اپنے اساتذہ کا خیال اپنے والدین سے بھی زیادہ کرتے تھے، ان کے ادب مین اپنی بہبودی و فلاح تصور کرتے تھے، کسی خاص علم کے ماہر استاد کی شاگردی کو اپنا فخر جانتے تھے اور صدہا کوس کی منازل پاپیادہ طے کر کے ان کے پاس پہنچتے تھے اور بالآخر ارسطوئے زمان اور افلاطون دوران ہوتے تھے، علمائے سلف کی سوانح اس پر شاہد ہین کہ وہ پہلے شاگردان رشید کو مثل اپنی اولاد کے تربیت دیتے تھے، اور سچے دل سے چاہتے تھے، کہ جو کچھ وہ خود جانتے ہین وہ سب اپنے شاگردون کو ذہن نشین کرا دین، یہی وجہ تھی کہ اکثر شاگرد اپنے استاد سے بعض اوقات کسی خاص فن مین زیادہ ماہر ہو جاتے تھے، جن کی قابلیت اور ذہانت پر خود استادون کو بجا طور پر ناز و فخر ہوتا تھا، اور وہ اسکے لئے مایۂ ناز ہوتے تھے تواریخ و کتب سیر اسکی شاہد ہین کہ اساتذہ اور شاگردون مین جو رشتہ ہوتا تھا وہ بیحد خلوص اور موانست پر مبنی ہوتا تھا، برخلاف اس کے موجودہ زمانہ مین ہر طالب علم یہ سمجھتا ہے کہ وہ کچھ روپیہ خرچ کرتا ہے،

جس کے بدلے اس کے استاد کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کو تعلیم دیدے اور وہ بھی ایک خاص وقت معینہ پر، اسی طرح استاد یہ خیال کرتے ہین کہ وہ ایک مقررہ رقم کے عوض ایک محدود زمانہ تک اپنا کچھ حصۂ وقت صرف کردین بلا لحاظ اس کے کہ اس کا مقصد اصلی حاصل ہو یا فوت نہ ایک دوسرے کا خیال، نہ ادب پاس، نہ اخلاص و مودت، نتیجہ یہ ہے کہ شاگرد محض ڈگری یافتہ بے عمل ہوتے ہین،

اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ جب مربیانہ تعلق کسی فطری رشتہ محبت پر مبنی نہین ہوتا تو اسمین کسی قسم کا خلوص باقی نہین رہتا محض ہی ضابطہ کی خانہ پری رہجاتی ہے اور آگے چل کر اس کا یہی نتیجہ ہوتا ہے جو اوپر بیان ہوا ہے، اب اگر کاروباری تعلقات خالص معاہدانہ حیثیت کے ہونگے تو ایک حد تک ناانصافی کے لیے سدباب ضرور ہو جائے گا اور پھر خودبخود رفق و وفاداری اور محبت کے جذبات پیدا ہو جائین گے لیکن اگر خود معاہدہ بھی محض رسمًا اور رواجًا ہوگا تو اس کا اثر بالکل برعکس ہوگا، ضرورت اس امر کی ہے کہ ماتحتی کی سختی اور ناگواری کی صورتون کے کم کرنے کے لیے معاونت اور اتحاد عمل یعنی تعامل و تعاون کی صورتین اختیار کیجائین تاکہ مودت پیدا ہو،

اگر لوگون کے کاروباری تعلقات کو محض معاہدانہ رکھنا ہے تو ان مربیانہ اور ہمدردانہ فرائض کو جو افراد کے ہاتھون مین نہین چھوڑے جاسکتے ہین ایک خاص جماعت کو من حیث المجموع اپنے ذمہ لینا چاہیے، اگرچہ یہ کام ایک مرکزی حکومت کا ہے لیکن اس کو ہر شخص خود انجام دیسکتا ہے، مثلًا حفظان صحت کا انتظام وسائل تعلیمی کی فراہمی، حادثات کی روک تھام بصورت حفظ ما تقدم، اشیائے خوردنی مین میل یا اور قسم کی دھوکہ بازی کا انسداد، اسی طرح وہ لوگ جو محنت و مزدوری کرنے کی قابلیت بھی نہین رکھتے ان کے لیے ضروریات زندگی کی فراہمی یہ سب امور تمدنی زندگی کے لیے لازمۂ انسانیت ہین ان تمام امور متذکرہ بالا کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اب اس سوال پر غور کرتے ہین کہ آیا کسی قوم کو انفرادیت کی طرف قدم بڑھانا چاہیے یا اشتراکیت کی طرف اس مسئلہ پر دو گروہ جداگانہ متضاد رائے رکھتے ہین، جماعت **انفرادیہ** کا یہ خیال ہے کہ حتی الامکان افراد کی آزادی کو قائم رکھنا زیادہ اہم ہے لیکن دوسرا گروہ **اشتراکیہ** یہ کہتا ہے کہ اصلی شئے

افراد کے افعال کو فلاح عام کے نقطۂ نظر سے منضبط اور محدود کرنا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو ان دونون مخالف آرار کی تطبیق اس صورت سے باسانی ممکن ہے کہ نہ تو کل کی فلاح بغیر افراد کی فلاح کے ممکن ہے، اور نہ ہر شخص کو انفرادی آزادی بغیر اس شرط کے دیجاسکتی ہے کہ بحیثیت مجموعی اس مین کوئی عام فلاح مضمر ہو،

لہٰذا اب سوال جو کرنے کا ہے وہ یہ ہو کہ کن چیزون مین لوگون کو زیادہ آزادی دینا مستحسن ہے اور کن چیزون مین ان کے افعال کی نگرانی اور تحدید ضروری ہے، بہرحال زمانہ موجودہ عمومی ترقی کے لئے اشتراکیت کا زیادہ حامی نظر آتا ہے اور فی الحقیقت یہی اصل تمدن ہے،

من خوف باسك استطيت نجيبة	عادت ببيرك مثل قوس البارى
فاذا ادرت معنى قهايات المنى	ملقى حرا ثم فى الحياة كبار

کوئی صحیح الذوق آدمی ان ابیات کو پڑھکر یہ نہین کہہ سکتا کہ ابو العلاء اصل حج کا مخالف تھا

ان يسمعوا ريبة طاروا بها فرحا	عنى وما سمعوا من صالح دفنوا
صم اذا سمعوا خيرا ذكرت به	وان ذكرت بشر عندهم اذنوا

ہان ابو العلاء ان حجاج کا سخت دشمن تھا جو حج کرکے اپنے اعمال قبیحہ کی فہرست مین بے کھٹک اضافہ کرنے لگتے تھے کہ

حجوا وحج مساروا	بعد ما حج واستلم

سقط الزند مین حجاج کے بدرقہ رو کی زبان سے ایک لامیہ کہا ہے جو پست ہمتون کو بیت العتیق کی طرف ان الفاظ مین گدگدیان لیکر اٹھاتا ہے،

سريت تحت المدلجات حمار سا اهوالها

فى فتية ترجى الى البيت الحرام نعالها

تبغى بمكة حاجة	قدر العزيز مآلها
حتى تضيت طوانها	سبعاً وزارت جبالها
وتهجعت عند صباحها	ومسائها اهلالها
ترجو رضا الملك الذى	منح الملوك جلالها

[illegible]

(۴۲) مارگولیوتھ کہتا ہے کہ ابو العلاء نے قرآن کا چیلنج منظور کر لیا الخ، اور نکلسن آداب مین کہ ابو العلاء کو قرآن کے کلام الٰہی ہونے مین کلام تھا اسی بنا پر محمدؐ کے چیلنج کو اس نے منظور کر لیا اور ایک برابر کی کتاب طیار کی الخ ان کے علاوہ براؤن نے لٹریری ہسٹری آف پرشیا مین بھی اس خیال کو دہرایا ہے، اور اصل مین یہ زعم فاسد گولڈزیہر نے زیڈ ڈی ایم جی کے مضمون کے ذریعہ تمام یورپ مین پھونک دیا ہے، جسکا ہم اپنے مضمون مطبوعہ معارف فروری ۱۹۲۵ء مین پورا پورا رد کر چکے ہین مگر یہان ہم خود ابو العلاء کی شہادت در ۴۲۴ھ قرآن کے اعجاز کے متعلق نقل کرتے ہین جو الفصول کی تصنیف کے قریباً دس پندرہ سال بعد کی ہے، ہر ملحد اور مسلم اور گمراہ اور راہرو کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس کتاب نے جو محمد صلعم خدا کی طرف سے لائے ہین اپنے اعجاز کے ذریعہ سب کو مبہوت کر دیا ہے الخ

(۴۳-۴۶) مارگولیوتھ بحوالۂ تاریخ الاسلام راوی ہے کہ جب ابو العلاء (۳۹۳ھ مین) شام کی رحلت سے واپس آیا تو اسے ایک وقف مین سے سالانہ ۳۰ دینار ملنے لگے، مگر ذہبی کے اپنے الفاظ یہ ہین، له وقف يحصل منه فى العام نحو ثلثين دينارا قدر منها لمن يخدمه النصف .... واتفق انه عورض فى الوقف المذكور من جهة امير حلب فسافر الى بغداد

نکلسن نے دو جگہ اسی طرح لکھا ہے مگر آداب مین اتنا اور اضافہ ہے کہ اوسکی بجز ان ۳۰ دینارون کے اور کوئی آمدنی نہ تھی اور افکار مین یہ ہے کہ شاید اسکی کچھ اور بھی آمدنی ہوگی جو اس کو بصیغۂ تعلیم حاصل ہوتی ہو، ظاہر ہے کہ یہ دونون قول صریحاً متناقض ہین، مگر اس سے بڑھکر حیرت انگیز یہ تناقض ہے کہ خود افکار ہی مین لکھتے ہین، کہ اس کو اپنے تلامذہ سے معتدبہ رقوم ملتی تھین، پہلے حوالۂ افکار مین "شاید" اور "کچھ" یہ دو مریض لفظ تھے اور دوسرے مین انکی بجائے "معتدبہ" کا زبردست لفظ ہے، حالانکہ دونون حوالے ایک ہی کتاب کے ہین، درحقیقت یہ مارگولیوتھ کی تقلید ہے جو کہتے ہین کہ

لے م ۳۷ ۲ے ۳۱۸، ۳ے الغفران ۱۵۸ ۴ے م ۱۹ ۵ے ۱۲۹، ۶ے افکار ۴۷ ۷ے دائرۃ ۸ے ۳۱۳ ۹ے ۱۲۵، ۱۰ے م ۳۴

یہ بات کوئی خلاف عادت نہین کہ دور دراز کے طلبہ اپنے استاذ کو اپنی عقیدت کا ٹھوس ثبوت دیئے بغیر واپس نہ جاتے ہون، پھر مارگولیوتھ ایک اور جگہ لکھتے ہین کہ ابوالعلاء کی تعلیم قدرتی طور پر زنانہ زندگی کیلئے طیاری تھی، ایک اور جگہ ہے کہ ہر چند ابوالعلاء بار بار یہ خیال دہراتا ہے کہ اسکی نظمین صلہ کی طمع مین نہین حیا لکھی گئین ...... پھر ڈاکٹر ریوت نقل ہین کہ سقط کا پہلا قصیدہ سعید الدولہ نبیرہ سیف الدولہ کی مدح مین ہے الخ یعنی گویا بقول مارگولیوتھ یہ قصیدہ ابوالعلاء کے طالب زر ہونے کی اول شہادت ہے۔

مارگولیوتھ بہت بیتاب نظر آتے ہین کہ کسی طرح ابوالعلاء کو طامع شعراء کی صف مین لاکھڑا کرین،

مگر تحقیق یہ ہے کہ مذکورہ بالا رقم ۳۰ دینار تھی جسکا بیشتر حصہ نہ کہ نصف اوس کا خادم لیتا تھا، بتصریح ابوالعلاء یہ مین برخلاف ذہبی کے یہ کہو نگا کہ یہ قلیل رقم اس کو بغداد سے واپس ہونے کے بعد ملتی تھی کہ خود ابوالعلاء تقریباً اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ سفر بغداد سے پہلے وہ کچھ ثروت رکھتا تھا، اور ظاہر ہے کہ ۳۰ دینار کو ثروت سے نہین تعبیر کیا جا سکتا، مگر مارگولیوتھ اور نکلسن کی یہ اپنی ایجاد ہے کہ یہ حقیر رقم اوسکو رحلت شام کے بعد سے ملنے لگی تو ذہبی کی عبارت ہرگز اس مفہوم پر نہین دلالت کرتی بلکہ بظاہر اس رحلت سے پہلے بھی اس کو مذکورہ رقم ملتی ہوگی،

رہی یہ بات کہ اوسے اپنے طلبہ سے کوئی اجرت ملتی ہو تو یہ حکم عادات مشرق اور حالات ابوالعلاء سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے، کیا ابوالعلاء ان دونون کی طرح کیمبرج اور اکسفورڈ کا کوئی پروفیسر تھا یا متفرق شائقین کو ٹیوشنون پر پڑھاتا پھرتا، نہین بلکہ ابوالعلاء الٹی اپنے طلبہ کی امداد کیا کرتا تھا، ذہبی راوی ہین کہ وہ اون طلبہ سے جو اوسکی طرف رحلت کرکے آتے یہ عذر کیا کرتا کہ وہ بے بضاعت ہے اور معرہ کے متمول لوگ تو بخل کے لیے مشہور ہی ہین اور اس بات پر اوسکو سخت تأسف تھا ہین نے

ملاحظہ ہو اعلام، اتحاف، معجم الادباء ۱ ۱۷۱، ۲۰۱، لکہ سقط مع تنویر ۲۰۳ و ۱۱ میری بغداد سے واپسی کا باعث علالت والدہ اور فقدان ثروت تھا خدا نے دونون کو میری واپسی سے پہلے زندہ رکھا مگر اوس کے بعد دونون پر موت کا حکم نافذ کردیا ۱۳۵

[illegible] کہے ہین،

ینادون لی العوم [illegible] اصلہ یمن
لوگ میرے پاس آتے ہین ایک یمن کا ہے تو دوسرا

من ابعد وھذا دارہ الطبس
طبس (خراسان کے ایک ضلع) کا، کہتے

قالوا سمعنا حدیثا عنک قلت لھم
ہین ہم نے تمہارا شہرہ سنا ہے، مین کہتا ہون

لا یبعد اللہ الا معشر لبسوا
خدا لمع کارون کو دور کرے!

اعاننا اللہ کل فی معیشتہ
[illegible] گزران مین زحمت برداشت کر رہا ہو، سوا آسمان ہمپر ہے!

یلقی العناء فدری فوقنا لبس!
ما ذاترید ون لا مال تیسر لی
تم چاہتے کیا ہو کہ نہ میرے پاس مال ہے جس کو

فیستماح ولا علم فیقتبس
مانگو، اور نہ علم جس سے مستفید ہو،

اتسالون جھولا ان یفیدکم
کیا تم ایک جاہل سے افادہ چاہتے ہو،

وتحلبون سفیاض عما یبس
اور کیا بے دودھ کی اونٹنی کو دوہتے ہو جس کا پستان [illegible]

انا الشقی بانی لا اطیق لکم
مین بدنصیب ہون جو تمہاری اعانت نہین کر سکتا

معونۃ وصروف الدھر تحتبس
ہان زمانہ کی گردشین تنگ حال کر دیتی ہین،

قفطی راوی ہین کہ ایک روز طلبہ نے مل کر ابوالعلاء سے حلب کے تربوز کی خواہش ظاہر کی، ابوالعلاء نے آدمی بھیجکر وہ منگائے جنکو ان سب نے ملکر کھایا اور کچھ حصہ ابوالعلاء کے لیے الگ کر دیا جو یونہی پڑے پڑے سوکھ گیا اور ابوالعلاء نے اس کو ہاتھ تک نہ لگایا، یہ حکایت نص صریح ہے کہ ابوالعلاء طلبہ کی امداد کرتا تھا نہ کہ علی العکس، اسی طرح ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (۳ ۳۱۵) مین ابوالعلاء کے شاگرد رشید تبریزی سے روایت کی ہے کہ مین دمشق کی جامع مسجد مین خطیب بغدادی سے ادب کی کتابین پڑھا کرتا تھا، ایک روز خطیب میرے حجرہ مین آکر مجھے ۵ دینار دیگئے اور کہا انکی قلمین خرید لانا، پھر ایک مرتبہ اور اسی طرح

قریبًا اتنی ہی رقم دیگئے،

مارگولیوتھ اور نکلسن ہر دو نے وقف کا ترجمہ کہین ٹرسٹ فنڈ سے اور کہین [illegible]

مگر حقیقت یہ ہے کہ ابو العلاء کے چند مکانات تھے جن سے کرایہ آتا تھا اور کچھ زمین جو سالانہ کچھ پھل دیا

کرتی تھی جس طرح خود ابو العلاء کے اپنے بیانون سے ہمنے اپنی کتاب مین ثابت کیا ہے، ظاہر ہے

کہ ایسی آمد پر ہر دو لفظون کا اطلاق مشکل ہے،

یہ قول بھی کتنا بادر ہوا ہے کہ ابو العلاء کی تعلیم زرطلبی کے لیے ہو، حالانکہ [illegible] جگہ وہ

اس سے انکاری ہے نیز ذہبیؒ وغیرہ کہتے ہین کہ وہ بڑا عالی ہمت تھا کسی کا احسان نہ [illegible]

اور مدح خوانی کو ذریعۂ معاش بنانا چاہتا تو اسے یقینًا دنیوی ریاست حاصل ہو جاتی، نہین ان اسناد

کی بھی ضرورت نہین ہے کہ ابو العلاء کی پوری زندگی قناعت کا بہترین نمونہ اور مثال ہے، گویا

مارگولیوتھ صاحب اس کو یورپ کی للچائی ہوئی اور مادہ پرست آنکھون سے اپنی طرح جوع البقر

مین مبتلا دیکھتے ہین حالانکہ ابو العلاء اپنے لڑکپن کے قصائد کے متعلق خود مقدمۂ سقط مین کہتا ہے

مین نے اپنی مدح سے رؤسا کے کانون کو دستک نہین دی، نہ کسی سے صلہ ملنے کی طمع مین یہ تعریفین

کی ہین، میرا مقصد تو صرف طبع آزمائی اور مشق سخن تھا وبس! اللہ کے ہزار ہا شکر ہین کہ اس نے

قوت لایموت سے میرا پردہ ڈھانک رکھا ہے اور مجھے وہ قناعت بخشی ہے جو میرے لیے ایک بڑی

ثروت کے برابر ہے" کیا یہ دونون صاحبان ابو العلاء سے راستبازی مین کچھ زیادہ بڑھے ہوئے

ہین، مین مانتا ہون کہ ریو صاحب نے سچ کہا ہے جس طرح سقط نسخۂ پیرس کے عنوان مین ہے کہ

اس کا پہلا قصیدہ سعید الدولہ کی مدح مین ہے، مگر اے کاش کہ یہ مدعی اسی قصیدہ کے عنوان

پر [illegible] مین [illegible] " اور مطبوعہ نسخون مین [illegible]

ہے اس تصریح کے بعد یہ کہنا کہ سقط کی مدح ذہبی کے لیے مین صاف ہٹ دھرمی اور مکابرہ اور

صنعت جاہلیت نہین تو اور کیا ہے، یہ اس کے لڑکپن کا بیت ہے،

تمنیت فقلت ان النجم دونی و سیان التقنع و الجہاد

(۱۴) دو نونؒ صاحب کہتے ہین کہ ابو العلاء کا سفر بغداد تلاش معاش یا قسمت آزمائی یا طلب ملازمت کیلئے تھا،

مگر ابو العلاء تو خود بغداد مین اور وہان سے پلٹ کر بھی یہ کہہ رہا ہے،

سیطلبنی رزقی الذی لو طلبتہ — مجھے میری روزی خود ہی ڈھونڈھ لیگی کہ میرے ڈھونڈھنے

لما زاد والدنیا حظوظ و اقبال — سے وہ کسی طرح بڑھیگی نہین، اس لیے کہ دنیا بخت و اقبال کا نام ہے

رحلت لم آت قرواشا ازاوره — مین بغداد سے واپس ہوا مین مہذب صاحب البطیحہ اور

و لا المہذب ابغی النیل تقویتا — قرواش صاحب موصل سے روزی مانگنے نہ آیا تھا،

والموت احسن بالنفس التی الفت — اوس شخص کے لیے جو خوگر قناعت ہو بھیک مانگنے

عن القناعۃ من ان تسأل القوتا — سے تو مرجانا کہین بہتر ہے،

وکم ماجد فی سیف دجلۃ لم اشم — ساحل دجلہ مین بہت سے فیاض اشریف تھے جنکی بارش

لہ بارقا والمرء کالمزن ھطال — کا مین منتظر نہ رہا حالانکہ وہ ابر کی طرح ریزان تھے،

وافی تیممت العراق لغیر ما — مین اس مقصد سے بغداد نہ گیا تھا جس سے ذو الرمہ بلال

تیممہ غیلان عند بلال — بن ابی بردہ بن ابی موسی الاشعری کے ہان پہنچا تھا،

ناظرین مختار ہین چاہین ابو العلاء کی تصدیق کرین اور چاہین اوس کے مادہ پرست سوانح نگار کی

لہ ۱۵ ، ۶۵۲ ، سقط ، ۵۲ م ۲۱ ، انکار ۲۶م ، آثار ۳۳۳ وغیرہ

[illegible]نون صاحب فرماتے ہین کہ ایسے انکاری اشعار سے تو ابو العلاء گویا خود اپنے مقصد کو شکست

[illegible] اے سبحان اللہ! شاید آپ نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا ہے، ھلا شققت عن قلبہ،

(۲) دونون کہتے ہین کہ ابو العلاء بغداد سے واپس آنکر و تحبیرین یعنی مقتنع علی اللبنات بنا لخ

یہ قول ابو العلاء کے اپنے بیان کے خلاف ہے وہ صاف لکھتا ہے "جب ناچیز کی عمر ۳۰ سال کو

[illegible] تو اس نے مدۃ العمر کا روزہ اور اقتناع علی اللبنات شروع کر دیا" یعنی کہ ۳۹۳ھ مین رحلت

[illegible]دے کوئی ساڑھے پانچ سال بیشتر اس کے علاوہ ہمارے پاس ایک زبردست بیرونی شہادت

[illegible] موجود ہے قال ابن جنی انہ بقی فی صنعاء سنۃ لا یاکل اللحم یعنی بقول ابن جنی وہ صنعا

[illegible] مین ایک سال گوشت خوری سے مجتنب رہا، یہ متفق علیہ ہے کہ وہ بغداد سے واپس آنکر پھر اپنے

[illegible] تنہائی سے کہین باہر نہین نکلا، اسلیے یہ صنعاء کی رحلت حتماً قبل از رحلت بغداد واقع ہوئی ہے، یہ

[illegible] کہ ابو العلاء کے جین ازم یا برہمن ازم سے ملتے ہوئے خیالات بغداد سے پلٹ کر بروئے کار آئے

[illegible]ریب قریب تمام سوانح نگارون کی مشترک لغزش ہے، ہان یہ صحیح ہے کہ ان خیالات کا علم دنیا

[illegible] کو ہوا، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے انکی سخت پابندی واپس آنکر ہی کی ہو جبکہ وہ اپنی

[illegible] زندگی کے لیے راہ عمل سوچ چکا تھا،

(۳) دونون فرماتے ہین کہ وہ بہاتے ہوئے حلب سے روانہ ہوا،

مگر افسوس کہ خود مسافر انکی تصدیق کرنے کو تیار نہین وہ تو صاف کہتا ہے،

[illegible]بت حلب فی الابد اعود الا تکففا [illegible] [illegible] تھا اور آتے حلب اسلیے روگردان رہا کر انو

[illegible]ین کے لیے یہ بات مایۂ حیرت ہوگی کہ ناشر و ترجمان رسائل ایسا کہے،

(۵) رسائل مین ہے [illegible] فنیق النجوم، یعنی کہ ستارون کے سانڈھ کی سی عزلت

[illegible] ۳۰۳ [illegible] ۲۹۵ [illegible] رسائل ص ۱۲۹،

اس مین مارگولیوتھ اور نکلسن ہر دو فنیق کو کوئی ستارہ سمجھ بیٹھے ہین،

یہ زعم غلط ہے فنیق نام کا دنیا مین کوئی ستارہ نہین اصل مین فنیق سانڈھ اونٹ کو کہتے ہین

اور چونکہ سہیل تمام ستارون سے الگ تھلگ اور مستبد سا نظر آتا ہے اس لیے اس کو مجازاً فنیق کہتے

ہین، کتاب الازمنہ مین امام ابو علی مرزوقی چند اشعار دیتے ہین جنمین سے ایک یہ ہے،

شآمیة الا سهیلا کانه ... فنیق غدا عن شوله وهو جافل

یہ ایک مارگولیوتھ کی غلطی ہے جس کا ذکر پہلے رہ گیا تھا،

(۵) داعی الدعاۃ نے مصر سے ابو العلاء سے گوشت خوری کے ترک پر خط و کتابت کی،

یہ صحیح نہین کہ داعی الدعاۃ خود لکھتا ہے فلما سمعت بالمعری الی الشام وسمعت ان الشیخ

وفقہ اللہ الخ یہ پوری عبارت کوئی شک کی گنجائش نہین چھوڑتی، صاحب ذکری نے بھی مارگولیوتھ

کی اندھی تقلید کی ہے دیکھو ذکری ص ۱۶۹،

حیرت در حیرت

یاقوت نے فلک المعانی سے نقل کیا ہے کہ بعض نادان لوگ موت کو خدا کی طرف سے ظلم

خیال کرتے ہین، معری بھی انھین مین سے ہے . . . . خدا نے اس پر داعی الدعاۃ کو مسلط کر دیا

اور دونون مین کچھ رسائل دائر ہوئے جنکا انجام اس پر ہوا کہ داعی نے ا[illegible] [illegible]ب [illegible] کے لیے لکھا

تاکہ اگر وہ اسلام لائے تو اُسے بیت المال سے ایک گران قدر [illegible] [illegible]ئے، جب ابو العلاء کو یہ معلوم

ہوا کہ یا مجھے قتل کیا جائیگا یا جبراً مسلمان بنا لیا جائے گا تو خود [illegible] [illegible] کر مر گیا،

۱ ترجمہ رسائل ۳۴ و انکار، [illegible] [illegible] ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۴۱ [illegible] [illegible] شامی [illegible]

[illegible]یانی ہے) گویا وہ کوئی سانڈ ہے جو جفتی چھوڑ کر سانڈنیون سے الگ [illegible]

حاشیہ [illegible] ص ۱۴ / ۳۱ [illegible] ۲۰۹ [illegible] [illegible] ۱۹۱

[illegible] ابن اسفندیار [illegible] کشف الظنون، یاقوت نے اس [illegible]
سے نقل کیا ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ [illegible] لائبریری قسطنطنیہ میں موجود ہے [illegible] اس کے [illegible]
مطبوعہ ۱۳۱۴ھ [illegible] ابن اخبار [illegible] نہایت [illegible] اور بدزبان شاعر [illegible]
[illegible] ہے کوئی بھلا آدمی اس کی ہجو سے نہیں بچا [illegible] حالت میں ابوالعلا
کا اس کی مذمت سے بچ سکنا اس کی فضیلت کی دلیل ہے،

وإذا أتتك مذمتي من ناقص   فهي الشهادة لي بأني كامل

پھر اس کا [illegible] اپنی کتاب میں پورے حصے پر ذکر کیا ہے [illegible] ابوالعلا کے زہر کھا کر مر جانے کا،
کسی مورخ نے ذکر نہیں کیا، اور ابن اخبار [illegible] نہیں لہذا یہ قول مردود ہے،
اب سنیے ڈاکٹر [illegible] مذکور الصدر قصہ کو غرس النعمہ کے نام سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ
اس مجہول واقعہ کی خود یاقوت ہی نے تکذیب کر دی ہے، اور حیرت اس پر ہے کہ فرنچ مستشرق [illegible]
نے یاقوت کی عبارت کا مطلب بالکل نہیں سمجھا اور یہ خیال کیا کہ خود یاقوت ہی اس قول کا قائل ہے،
اس لیے اس بیچارہ پر ناحق [illegible] کی ہے اگر وہ یاقوت کی عبارت پر ذرا غور کرتا تو اپنے تئیں رد کی
اس طویل زحمت سے بچا لیتا،
[illegible] نے غلطی سے یاقوت کی طرف اس قول کو منسوب کیا، مگر [illegible]
اب بھی [illegible] گریبان میں [illegible] واسطے اگر آپ بھی متعصب نہیں ہیں بیچارے غرس النعمہ کو اس
حکایت سے کیا سروکار [illegible] سے پھر معجم الادبا کا مطالعہ کیجیے، وہاں [illegible] یاد رہے کہ [illegible]
[illegible] النعمہ کی [illegible] آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اس مقام پر ہمارے
[illegible] ن،

[illegible] کو بامبری فضیلت کی [illegible]

ونبصر الاقوام مثلی اعمی   فهلموا فی حندس نتصادم[1]

راقم کو زندگی میں یہ مشغلہ بالکل نہیں بھاتا کہ اوروں کی طرح لوگوں پر زبان طعن دراز کر کے اپنے لیے راستہ صاف کرے، اگرچہ مستشرقین کا نمونہ ہمارے ہاں آج تک ایک ہی پہلو دکھایا گیا ہے، اس لیے بتقاضائے سنت الٰہی ضرور تھا کہ یہ باب مضامین سے سراسر خالی نہ رکھا جائے، میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ انسان کا کوئی کام خامیوں سے خالی نہیں رہ سکتا، اسلیے میں اپنے کو بری بنا کر بازار مصر میں نہیں پیش کر سکتا، ہاں یہ خیال میرے لیے فی الجملہ مایۂ طمانیت ہے کہ حتی المقدور میں نے دعوؤں سے اپنے تئیں بچایا ہے نیز یہ کہ اگر خدا کو منظور ہوا تو ہمارے ملک کے مبہوت الحواس مدعیان علم مستشرقین کو آئندہ پھر معصومیت سے نسبت دینے کی جسارت نہ کر سکیں گے،

یہی نہیں بلکہ مضمون بہت سی انوکھی تحقیقات پر مشتمل ہے اس لیے امید ہے کہ طالبان حق اس کے حقیقی فوائد پر نظر رکھیں گے،

الا لیقل من شاء ما شاء انما   یلوم الفتی فیما استطاع من الامر[2]

[1] قوم کا بینا بھی میری طرح اندھا ہے، سو آؤ ہم اندھیرے میں باہم دگر سر ماریں،

[2] رہے بھئی جو جس کسی کے جی میں آئے کہہ ڈالے کہ انسان اسی امر میں قابل سرزنش ہو سکتا ہے، جو اس کے بس کا ہو،

ابرق

ہندوستان مین ابرق کے مفاد و مصارف

از

مولوی نور الہدیٰ صاحب ندوی متعلم بی اے کلاس کلکتہ

"کلکتہ یونیورسٹی سے طلبہ ہر سال کسی پروفیسر کی نگرانی مین تاریخی اور قابل دید مقامات کی سیر کو بھیجے جاتے ہین، مولوی نور الہدیٰ صاحب ندوی کو اس تقریب سے کوڈرما ضلع ہزاری باغ کی ایک ابرق کی کان کے دیکھنے کا موقع ملا، موصوف یہ چمکتا ہوا تحفہ وہین سے ساتھ لائے ہین، اس مضمون کے پڑھنے سے ایک معمولی گریجویٹ اور ایک عربی خوان ندوی گریجویٹ کے اختلاف نظر اور طریقۂ تحقیق اور طرز ادا اور انشا پردازی کا فرق محسوس کر لین گے،" "ادیٹر"

ہندوستان کی جغرافیائی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر اے، سی، کرمی نے لکھا ہے کہ یہ "دنیا کا نچوڑ ہے"[1] اس زبردست صداقت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے؟ یہان اگر ایک طرف بقول لارڈ مکالے وہ لوگ بستے ہین جو "عجیب و غریب ستارون کی پرستش کرتے ہین"، تو دوسری طرف وہ قوم بھی آباد ہے جو "عجیب و غریب حروف داہنے ہاتھ سے بائین ہاتھ کی طرف لکھتی ہے"[2] یہان اگر ایک صوبہ ایسا ہے جس کے باشندے مئی جون کی چلچلاتی دھوپ مین بھی سر ڈھانکنا ضروری نہین سمجھتے تو ایک صوبہ ایسا بھی ہے جس کے بسنے والے کو ہر فصل و ہر موسم مین نصف تھان کی پگڑی باندھے بغیر چین نہین آتا، یہان اگر ایک جگہ ایسی ہے جہان قطب شمالی جیسی سردی پڑتی ہے، تو دوسری جگہ ایسی بھی ہے جہان خط استوا جیسی گرمی، اس کی سرزمین مین اگر ہیرے کی کان ہے، تو کوئلہ کا خزانہ بھی ہے، اگر سونے کی اینٹین مدفون ہین تو لوہے کا گنج مخفی بھی ہے، اس کے ایک حصہ مین اگر ڈھائی تولے وزن کا ململ تھان تیار ہوتا ہے، تو دوسرے مین

[1] ملاحظہ ہو پروفیسر موصوف کی مختصر تاریخ ہند، صفحہ اوّل، [2] ملاحظہ ہو لارڈ موصوف کا مضمون "ٹرائل آف وارن ہیسٹنگز"،

گزی گاڑھے کی صنعت بھی جاری ہے، اگر کہین ریشمی کپڑون پر ستارے کا گنگا جمنی جال بنا جاتا ہے تو کہین سوتی ململ پر چکن کی دستکاری بھی ہوتی ہے، الغرض ہمہ گیری کی پوری پوری شان ہندوستان کی رگ و پے سے نمایان ہے، تپتے ہوئے صحرا، وسیع سمندر، بلند پہاڑ، گھنے جنگل، سرسبز و شاداب کھیت، ہرے بھرے باغ، مختصر یہ کہ اسکی فضائے بسیط کسی چیز سے خالی نہین!

ابرق انھی بے شمار دولتون مین سے ایک ابرک یا ابرق بھی ہے[1]، مگر غالباً عام ہندوستان اب بھی اس سے ناواقف ہو کہ اس کا یہ مخفی خزانہ کیا قیمت رکھتا ہے اور کہان کہان مدفون ہے، حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اور بعض معدنی اشیاء مین ہندوستان مخصوص حیثیت رکھتا ہے، اسی طرح ابرق کے معادن اور اقسام کے اعتبار سے بھی غیر ممالک کے معادن پر اس کو ایک خاص تفوق حاصل ہے،

کہان کہان پایا جاتا ہے عام طور پر ابرق کے معادن امریکہ، کناڈا، برزیل، آرجنٹائن، پیرو، آسٹریلیا، جنوبی اور مشرقی افریقہ مین پائے جاتے ہین، ان کے علاوہ انگلستان، روس اور جاپان مین بھی اس کا وجود ہے مگر اس سے تجارت نہین ہو سکتی، لیکن ہندوستان ابرق کی دولت مین ان تمام ملکون سے بڑھا ہوا ہے جہان اس کی تجارت ہوتی ہے،

کس طرح پایا جاتا ہے ابتدا مین ماہرین کا خیال تھا کہ ابرق زمین کی سطح سے کچھ ہی نیچے پایا جاتا ہے، اس لئے اس زمانہ مین تقریباً سو سوا سو فٹ کی گہرائی تک پہونچنے کے بعد کان کو بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا تھا، مگر اب جدید

[1] ابرک فارسی ہے اور ابرق عربی اس کے علاوہ عربی مین ایک لفظ "طلق" بھی ہے، صاحب غیاث اللغات فرماتے ہین

"نوعے از سنگ سفید و براق کہ طبق بر طبق باشد، آن را ابرق نیز گویند۔۔۔ ظاہراً ابرق معرب ابرک چون در طبق بر طبق بودن با ابر مشابہ است لہذا ابرک بکاف تصغیر اسم آن سنگ شدہ یا آنکہ اسم تفضیل است از برق، بمعنی درخشندگی، بلحاظ درخشندگی اسم آن سنگ شدہ"

قریب قریب یہی عبارت منتخب اللغات کی بھی ہے، مگر صاحب فرہنگ آنند راج ابرق کا ہندی مرادف لفظ بھی بتاتے ہین،

"بپارسی ابرک و بہ ہندی ابھرک خوانند"

اور اس کی تصدیق کشف اللغات سے بھی ہوتی ہے جس کا ایک نسخۂ قلمی مرقومہ "سنہ یکہزار و یکصد و سی و چہارم ہجری" اس وقت ہمارے سامنے ہے، اس کی یہ عبارت ہے:-

"طلق بفتح طا و سکون لام یک نوع دارو ئیست از سنگ کہ بزبان د؟ ابھرک گویند"

تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ جس قدر زیادہ گہرائی بڑھتی جائے گی اسی قدر زیادہ بہتر ابرق دستیاب ہوگا اور مقدار مین بھی غیر معمولی اضافہ ہوگا، اس نظریہ نے ابرق نکالنے کے اخراجات کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے، ڈائنامائٹ کا خرچ لازمی ہو گیا ہے، قیمتی انجن اور دوسری برقی مشینین منگانی پڑتی ہین، ان تمام ساز و سامان پر بھی کام کرنے والون اور معاون کے مالکون کے لئے مشکلات مین کمی نہین ہوتی، کیونکہ ابرق کی رگین[1] کچھ اس طرح واقع ہوئی ہین کہ وہ بظاہر بغیر کسی سبب کے کہین تو عمق زمین مین غائب ہو جاتی ہین اور کہین پھر ابھر آتی ہین، بعض حالتون مین یہ چار چار سو فٹ تک نفوذ کرتی چلی جاتی ہین، اکثر مشاہدے ایسے بھی ہوئے ہین کہ سو دو سو فٹ کی گہرائی مین ڈوبنے کے بعد ابھری ہین اور ایسی مثالین تو بے شمار ہین کہ تیس چالیس فٹ نیچے جانے کے بعد ان کا کہین پتہ نہین
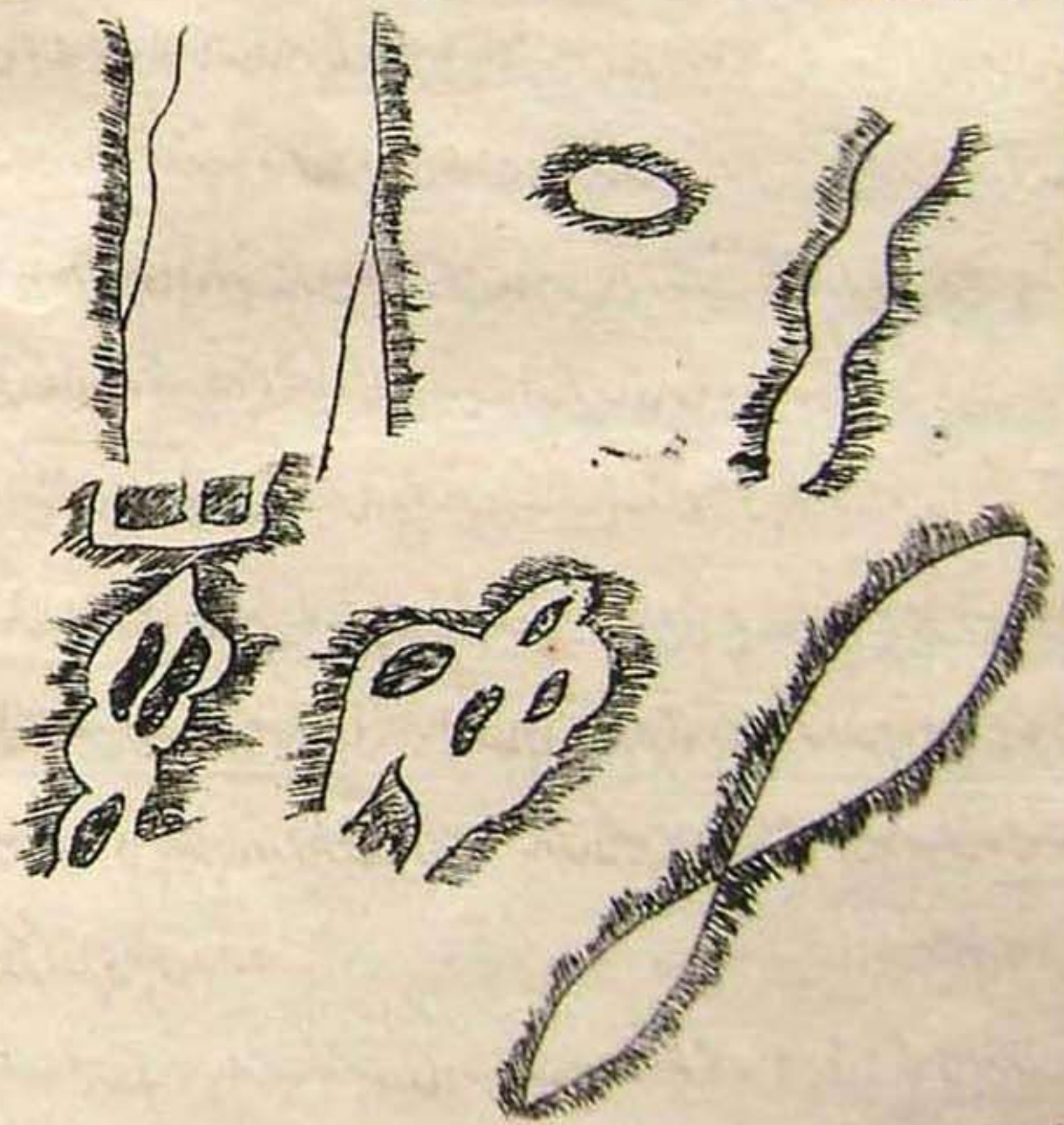
[1] قدرتی طور پر ابرق پتھرون کے اندر نیلی یا موٹی دھاریون کی شکل مین پیچ کھاتا ہوا پایا جاتا ہے، اسکی شکل بالکل ویسی ہوتی ہے جیسے انسان کے جسم مین رگین ہوتی ہین، اسی لحاظ سے اس کو بھی رگ کہتے ہین،

ملتا ہے ان مشکلات کی وجہ سے آج بھی با این ہمہ اسباب و وسائل تمام معدنیات مین ابرق کا کام سب سے زیادہ مشکل جو سمجھا جاتا ہے نقشہ بالا سے معلوم ہوگا کہ ابرق کس کس شکل مین پایا جاتا ہے۔

ان کے علاوہ بھی ایسی بے شمار رگین ہین جو اپنے پیچ و خم مین آپ اپنی مثال ہین، مختصر یہ کہ ان نسون کے آڑے ترچھے ہونے کی کوئی حد نہین، یہی وجہ ہے کہ ابرق کے معاون مین نہ تو کوئلے کی کانون کی طرح روشنی کا کوئی معقول انتظام ہو سکتا ہے اور نہ راستہ صاف اور کھلا ہوا بنایا جا سکتا ہے، عام طور پر موم بتی کی مدد سے مزدور کام کرتے ہین اور اور اگر کوئی سیاح دیکھنے کو آتا ہے، تو اس کے لئے بھی یہی شمع ہدایت ہوتی ہے، عجیب پر لطف نظارہ ہوتا ہے، گذشتہ جاڑون مین مجھے بھی اس کا اتفاق ہوا، کوڈرما ضلع ہزاری باغ مین ابرق کی غالباً سب سے بڑی کان ہے، نام بھی مناسب یعنی بڑھیا کان رکھا گیا ہے، اس کی گہرائی ساڑھے سات سو فٹ کے قریب ہے، تقریباً چھ سو فٹ تک لکڑی کی سیڑھیان بنائی گئی ہین مگر اس قدر تنگ کہ معلوم ہوتا ہے تہ خانہ مین جا رہے ہین، اور لطف یہ کہ ہر وقت حالت رکوع مین رہنا پڑتا ہے، ورنہ سرکشی کی فوراً سزا مل جائے، پھر بھی سرکش انسان کو سمجھ کہان! دو چار ٹھوکرین کھا ہی جاتا ہے، اکثر تو ابرق کے ابروے خمدار سے اچھی طرح گھائل ہو جاتے ہین! ہان تو مین بھی سر بکف نیچے اترنے کو تیار ہوا، چار پانچ آدمی ساتھ تھے مسٹر سی ہارمن جو اس وقت اس کے منیجر تھے رہبر بنے ایک ایک بڑی موم بتی جلا کر سب کے ہاتھ مین دی گئی اور احتیاطاً ایک بکس موم بتی اور دیا سلائی ایک چپراسی لیکر پیچھے ہو لیا، معدن کا دروازہ کھلا، اور سب نے سرنگون ہو کر تعظیم کی، اور اندر داخل ہوئے، راستہ کیا تھا لکھنؤ کی بھول بھلیان کی یاد تازہ ہو رہی تھی، ہر قدم پر رخ بدل جاتا تھا، دائین بائین، صحیفۂ فطرت کی ضخیم جلدین تو بر تو ابرق کی شکل مین انسانون کی بصیرت کے لئے کھلی تھین اور زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی تھین کہ ؎

ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

راستہ اس قدر تنگ اور تاریک تھا کہ ہر قدم پر گوشۂ لحد یاد آ جاتا تھا، غرض یہ کہ ہر چہار طرف عبرت و موعظت کا ایک دفتر کھلا ملتا تھا، اور ہم لوگ اس سے متاثر ہوتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے تھے، تقریباً ایک گھنٹہ مین دس بارہ

سیڑھیاں طے ہوئیں اور آخری منزل نظر آئی، ادھر حالت بھی پست ہو چکی تھی، دیر تک آرام لینا پڑا، اس کے بعد چڑھائی شروع ہوئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے پاؤں پکڑ لئے ہیں، اُٹھتے ہی نہ تھے، دس دس قدم پر پانچ پانچ منٹ آرام لینے کی ضرورت ہوتی تھی، ان وجوہ سے اوپر کا سفر بڑی دیر میں طے ہوا، اور جب سطح بالا پر پہونچے تو سب پر نیم بے ہوشی طاری ہو گئی،

بہر حال ہم نے دیکھا کہ ابرق چٹانوں کے اندر دبا ہوا اس طرح پایا جاتا ہے، اور ہلکی موٹی پتلی ہر قسم کی دھاریاں کچھ اس طرح پیچ و خم کے ساتھ لاکھوں من پتھر کے اندر گھسی ہوتی ہیں کہ انھیں بے ساختہ چٹانوں کی رگیں کہنے کو جی چاہتا ہے، شاید اسی مناسبت سے انگریزی میں ان کو "وین" (VEIN.) کہتے ہیں، اور چونکہ یہ دھاریاں چوڑائی میں طبق بر طبق ہوتی ہیں اس لئے ابرق کی سلوں کو "بک" (BOOK) کہا جاتا ہے،

ابرق کی قسمیں ابرق کی متعدد قسمیں ہیں، اور انھی کے اعتبار سے اس کی رنگت بھی مختلف ہوتی ہے، سبز، سیاہ، سرخ، زرد، سفید ہر قسم کا ابرق پایا جاتا ہے، مگر سب میں اعلیٰ قسم وہ ہے جس کی رنگت یاقوتی ہوتی ہے، عرصہ ہوا کہ ماہرین معدنیات نے کافی تحقیق و تفتیش کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ بنگال کا یاقوتی ابرق دنیا بھر کے معدن سے بہتر ہے، لیکن حکومت نے اس وقت تک اس کی اہمیت کو نہیں سمجھا جب تک کہ گذشتہ مہیب جنگ کا آغاز نہ ہو گیا، محکمہ جنگ نے جب ابرق کی کثیر مقدار طلب کی تو آنکھیں کھلیں مگر وقت گذر چکا تھا، اور جرمن تجار جن کے ہاتھ میں اس وقت ہندوستان کی تجارت تھی جہاز بھر بھر کر ابرق پہلے ہی سے جرمنی روانہ کر چکے تھے، اس وقت سر طامس ہولینڈ ناظم محکمہ اسلحہ جات کی سراسیمگی قابل دید ہو گی، بہر حال اس وقت تو جس طرح بھی ہو سکا ضرورت پوری کی گئی مگر اس کے بعد سے حکومت برابر اس کی طرف متوجہ ہے، اور ۲۳ء میں اس کی پوری روک تھام کے لئے قوانین بھی نافذ کر چکی ہے،

زمانۂ قدیم میں ابرق کا استعمال ابرق زمانۂ قدیم میں کسی مفید کام میں نہیں استعمال کیا جاتا تھا، بلکہ محض نمائشی چیزوں کی زیب و زینت بڑھانے میں صرف ہوتا تھا، چنانچہ "یادگار سلف" کے طور پر اس کا ایک مشاہدہ آپ کو اس وقت ہو سکتا ہے جب آپ کسی گوٹا رنگنے والے کی دوکان پر چند لمحہ کیلئے کھڑے ہو جائیے، وہ ابرق

کا سفوف رنگ گھولتے وقت پانی میں ملا دیتا ہے، اس طرح یہ ذرات کپڑے میں چپک جاتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے تارے جڑ دیئے ہیں، اسی طرح کھلونے بنانے میں ابرق استعمال ہوتا تھا، حکماء اکثر اس کا کشتہ بھی تیار کرتے تھے، جو مختلف امراض کے لئے اکسیر سمجھا جاتا تھا[1]، مختصر یہ کہ آج کل کی جدید تحقیقات سے اس وقت دنیا واقف نہ تھی، اسی وجہ سے لوگ سطحی خزائن کھود کر اس کو نکال لیتے تھے، اور پتھر کاٹنا اور مشینوں سے کام لینا ضروری نہیں سمجھتے تھے، اسی مناسبت سے مزدوروں کو نقد کچھ نہ دیا جاتا تھا بلکہ غلہ وغیرہ کی قسم سے کچھ دے دلا دیتے تھے، اس بیان کی تصدیق کے لئے کوئی تاریخی حوالہ تو نہیں مگر کہا جاتا ہے، کہ یہ طرز عمل کئی سو برس تک قائم رہا،

عہد حاضرہ میں ابرق کا استعمال مگر آج صحیح طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابرق کس قدر مفید چیز ہے، ماہرین کا یہ فیصلہ ہے کہ ابرق پر بندوق کی گولی نہیں اثر کرتی، آگ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی[2]، اور بجلی اپنی تمام حاکمانہ طاقتوں کے باوجود بھی اس کے آگے سر نہیں مار سکتی، ان خصوصیات کی بنا پر آجکل ابرق اور برق دونوں لازم ملزوم سمجھے جاتے ہیں، یعنی بجلی کی عجیب و غریب طاقت سے جن خطرات کا اندیشہ ہے ان کو روکنے کے لئے بجلی کے تاروں کے اوپر ابرق کی ایک تہ جما دی جاتی ہے، جس تختہ پر بجلی کو پیدا یا پیدا کرنے کا بٹن لگا ہوتا ہے اس میں بھی ابرق ہی کا استعمال ہوتا ہے، شیشہ کی جگہ یورپ میں اب کثرت سے ابرق ہی لگایا جاتا ہے، کیونکہ شیشہ میں زیادہ گرمی برداشت کرنے کی طاقت نہیں، جہازوں کے وہ حوض جن میں پانی کھولایا جاتا ہے ابرق ہی کی چادروں سے ڈھکے ہوتے ہیں، بلوں کی چمنیوں میں بھی اسی سے مدد لی جاتی ہے، اور ڈائنامائٹ کی طرح پھٹنے والے بارود بھی اسی سے بنائے جاتے ہیں جنکا مخصوص نام "مائیکا پاؤڈر" (mica powder)[3] ہے،

---

[1] پرانے لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ ابرق کو پانی میں حل کیا جانا ممکن ہے، چنانچہ عربی ادب کا طالب علم غالباً اس مشہور فقرے سے ناواقف نہ ہوگا کہ "من حل الطلق استغنی عن الخلق"، اس مفہوم کا ایک شعر شیخ آذری کا بھی ہے، ع

این نکتہ یاد گیر کہ من کیمیا گرم — معنی حل طلق حلول قناعت است

[2] اگلے لوگوں کا بھی خیال ہے کہ "چون بر چیزے مبالغہ آتش آزا نہ سوزد" (غیاث اللغات) [3] ملاحظہ ہو ایچ، سی بوجی کی انڈین اکنامکس مطبوعہ [illegible]

ہندوستان مین بھی اب ماشاء اللہ ابرق کی مصنوعات ترقی پذیر ہین، لالٹین کی چمنیان، لیمپ کی ہانڈیان اسی کی بننے لگی ہین، ان کے علاوہ اور بھی طرح طرح کے چراغ اسی سے روشن ہین، اکثر مقامات پر میونسپلٹی نے بھی سڑکون کی لالٹینون مین شیشہ کی جگہ ابرق ہی کا استعمال شروع کیا ہے،

ابرق کی قیمت

پہلے کہین گذارش کرچکا ہون کہ یاقوتی رنگ کا ابرق نہایت عمدہ اور قیمتی سمجھا جاتا ہے، دوران گفتگو مین مین نے مسٹر مارٹن سے اس کے متعلق استفسار کیا تو انھون نے کہا کہ معمولی قسم کا ابرق بیس پچیس روپیہ من بکتا ہے، مگر اعلیٰ قسم کے یاقوتی ابرق کی قیمت چار ہزار روپیہ من تک بڑھ جاتی ہے، قیمت کی زیادتی اور کمی مین ابرق کی سلون کے طول وعرض کو بھی دخل ہے، لیکن گرانی کی اصلی وجہ شاید یہ ہو کہ خرچ سے پیداوار بہت کم ہے، یعنی بقول مسٹر مارٹن دس فی صدی مانگ پوری ہوتی ہے،

ابرق اور دوسری معدنی اشیاء مین فرق

دوسری معدنی اشیاء کے برخلاف ابرق کان سے نکالے جانے کے بعد ہی خرید وفروخت کے قابل ہوجاتا ہے، اس لئے ضرورت تھی کہ ہندوستان مین بھی اس کی کوئی منڈی ہوتی مگر افسوس ہے کہ ایسا نہین، جتنی مقدار ابرق کی نکلتی ہے، وہ غیر ممالک مثلاً امریکہ اور یورپ بھیجدی جاتی ہے، اس لئے یہان جو ابرق ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین منتقل ہوتا رہتا ہے، اس کا اکثر حصہ مسٹر مارٹن کے بیان کے مطابق مسروقہ ہوتا ہے، اور یہ بعید از قیاس نہین کیونکہ اس پورے رقبہ کی حفاظت جس مین ابرق کے خزانے ہین ایک امر محال نظر آتی ہے، مزدور نہایت آسانی سے دس بیس سیر ابرق تھوڑی زمین کھود کر نکال لے سکتا ہے جس سے اسکو زبون حال بیچنے پر بھی ایک معقول رقم مل جاسکتی ہے، یہ حال کوئلے کا نہین، اولاً تو اگر کوئی مزدور سیر آدھ سیر کوئلہ چوری کربھی لے تو مالکون کو اس کی کوئی پرواہ نہین ہوگی کیونکہ اس کی قیمت ایک پیسہ فی سیر سے کبھی زیادہ نہین ہوسکتی، دوسرے دس بیس سیر کوئلہ بغیر سر پر اٹھائے نہین لیجایا جاسکتا لیکن ابرق اس سے بالکل مختلف ہے، اس کے ایک سیر کی بھی قیمت ہے اسلئے کوئی مالک چشم پوشی نہین کرسکتا دوسرے یہ کہ ایک وزنی چیز ہے، اور نہایت آسانی سے اس کی چھوٹی چھوٹی سلین غائب کردی جاسکتی ہین اس کی قیمت کا حساب من سے کیا

جاتا ہے، اور کوئلے کی قیمت کا ٹن سے،

یہی اسباب ہین جنکی بناء پر معادن کے اندر کام کرنے والون کی سخت نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ چلتے وقت نہایت آسانی سے ہر روز ایک ٹکڑا اپنے کپڑون مین چھپا کر اس طرح لے جاسکتے ہین کہ نگرانی کرنے والون کو خبر نہ ہو کیونکہ وزنی ہونے کی وجہ سے بظاہر اس مین ضخامت نہ ہوگی، اس بدعت کو روکنے کے لئے مالکان معادن ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا رہے ہین مگر کوئی تدبیر کارگر نہین ہوتی، جن اضلاع مین ابرق کے معادن ہین، وہان کے مقدمات کی فہرست دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہان کی عدالتون مین نصف سے زیادہ مقدمات صرف ابرق سے تعلق رکھتے ہین، کوڈرما ضلع ہزاری باغ کے علاقہ مین ایک سب انسپکٹر پولیس اپنے عملہ کے ساتھ صرف ابرق کی چوری کے مقدمات کی تحقیقات کے لئے مقرر ہے،

ہندوستان مین ابرق کے معادن

ہندوستان مین ابرق کے معادن مدراس، راجپوتانہ، ٹراونکور، سیلون، مونگیر، گیا اور ہزاری باغ مین ہین، لیکن ان تمام مین کمیت اور کیفیت دونون کے اعتبار سے ہزاری باغ کے معادن سرفہرست ہین، اس ضلع کی بڑی بڑی کانین کوڈرما خاص محال[1] کے جنگلون اور ڈھاب، مستوڈیہ، گانوان بست گانوان

[1] اس "خاص محال"، کے فقرے نے بھولی ہوئی داستان غم یاد دلادی، اس لئے ابرق کے صحیفۂ فطرت سے سبق لینے سے پہلے ذرا تاریخ کے خون چکان اوراق کو ملاحظہ فرمالیجئے کہ یہ رقبہ حکومت کے خاص قبضہ وتصرف مین کس طرح آیا ویسے تو ماشاء اللہ آجکل زمیندارون کی طاقت توڑنے کیلئے ہر روز نئے نئے قوانین نافذ ہوتے ہی رہتے ہین مگر یہ آئی قدغن صرف اس لئے ہے کہ ہندوستان کے باشندے کسی قدر پڑھ لکھ لینے کے بعد پہلے سے زیادہ کچھ سمجھدار ہوگئے ہین لیکن اب سے ایک صدی پہلے جب یہ عقل کے کورے تھے تو ان کو زیر کرنے کے لئے آڑے ترچھے تیرون کی ضرورت نہ تھی، بلکہ "سرکار بہادر" کے فقرے ہی مین وہ بجلی تھی جو دفعۃً ان کے خرمن ہوش وحواس کو خاکستر کردیتی تھی، "بندوبست دوامی" کے وقت کوڈرما کے مالک راجہ بروجو موہن ساہی کے مرافعہ پر اس رقبہ کی الگ پیمائش ہوئی اسوقت اس مین باون اصلی اور بارہ داخلی مواضعات شامل تھے، اب سوال یہ ہے کہ اتنا بڑا رقبہ کس طرح ہضم ہوسکا اور طریقہ کار کیا تھا،

بھنڈاری، موہیسری اور چرکی کی زمینداریوں میں واقع ہوئی ہیں، ابرق کی شہ رگ انہی مقامات سے ہوکر گذری ہے اور اس کا زیادہ حصہ جنگل میں ہے،

ہزاری باغ کے معادن کو ہندوستان کے دیگر اضلاع کے معادن پر اس لئے تفوق حاصل ہے کہ یہاں صرف اعلی قسم کا ابرق پایا جاتا ہے، بنگال میں جس وقت پتہ چلا کہ یاقوتی ابرق وہاں موجود ہے، اسی وقت سے ہندوستان کو اس خاص باب میں ایک اہمیت حاصل ہوگئی تھی مگر آج ہزاری باغ کے یاقوتی ابرق کی وجہ سے ہندوستان تمام دیگر ممالک سے آگے بڑھا ہوا ہے، اور کوڈرما بلا استثناء یاقوتی ابرق کا مخزن ہے، جس کے مقابلہ میں راجپوتانہ اور مدراس کا سبز و سفید ابرق کوئی قیمت نہیں رکھتا،

ہزاری باغ میں بڑھیا کان کے علاوہ اور بھی بہت سی چھوٹی کانیں موجود ہیں جنکی مجموعی تعداد اگر شمار کی جائے تو ساری دنیا کی کانوں سے بڑھ جائے گی، یہ معادن تقریباً ۵۰×۱۵۰ میل کے رقبۂ زمین پر پھیلے ہوئے ہیں،

ابرق کی پیداوار | اوپر کہیں بیان کیا جاچکا ہے کہ ابرق کی مانگ یوماً فیوماً بڑھتی چلی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ابتک

۱؎ بقیہ نوٹ صفحہ قبل، اس قصہ کو پوری طرح سمجھنے کے لئے زمین بندوبست دوامی، سے چند قدم پیچھے ہٹنا پڑیگا، ۱۸۰۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے نواب اقبال علی خان کو گری گھری دیجھت جو کوڈرما کے پاس ہی ایک الگ زمینداری تھی اپنے دخل کر دیا اور ۱۸۰۹ء میں اسکا بنگالی فی لقمہ و شیخ وہاں کے تکیت (راجہ کوڈرما) اور دوسرے زمینداروں کا اعزازی لقب، مگر یہاں اس سے مراد راجہ کوڈرما ہی ہو) کے حوالہ کیا ۱۸۱۳ء میں یہ بندوبست ہمیشہ کے لئے ہوگیا، اس کے کچھ دن بعد تکیت یعنی راجہ کوڈرما سے کہا گیا کہ اسکو خرید لو، چنانچہ حسب الحکم (دمرکار بہادر) راجہ بردھومن ساہی کی موت کے بعد ٹیپ نرائن ساہی نے یہ زمینداری خرید کر کوڈرما کے رقبہ میں شامل کرلی اور اس طرح اپنی دولت صرف کرکے اپنی ریاست کے پورے رقبہ میں ایسا گھن لگا لیا جو بیس بائیس برس میں سب کو کھا گیا، اسوقت اس پورے علاقہ کی مال گذاری چھیاسی روپیہ چھ آنہ پانچ پائی تھی، اس خریداری کے بعد سے بیس بائیس برس تک کیا ہوا؟ اس کا جواب تاریخ اپنی پرمعنی خاموشی زبان سے دیتی ہے، مگر اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۸۳۱ء میں ٹیپ نرائن ساہی ڈاکہ زنی اور ڈاکوؤں کی حمایت کرنے کے جرم میں ماخوذ ہوتا ہے، اور اس کی پوری جائداد کو حکومت اپنے حفاظت میں لے لیتی ہے، اور بالآخر اکتوبر ۱۸۳۲ء کو بموجب حکمنامہ شاہی عہ ۱۵۰۰ اس کو شاہی مقبوضات میں شامل کرلیا جاتا ہے، پھر بھی گورے باپ ریاست کے حقداروں کو دیکر اشک شوئی کردی جاتی ہے، کہ اس وقت زخم تازہ تھا مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ اسی خاندان کے افراد کے لئے، سے

صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

کیونکہ پھر حضرت موسی علیہ السلام کی طرح ایک آواز بس ان منتشر اجزا، کو اکٹھا کر کے جون کا توں بنا دیا گیا ہے، (ملاحظہ ہو، فائنل رپورٹ سروے اینڈ سٹلمنٹ، کوڈرما گورنمنٹ اسٹیٹ تیار کردہ ۱۹۰۳ء)

دس فیصدی سے زیادہ مطالبہ نہیں پورا ہوسکا، شاید آپ یہ سنکر تعجب کرینگے کہ آپ کا ہندوستان اس دس فیصدی میں ۱/۲ ۷ کا حصہ دار ہے یعنی دنیا کے تمام معادن ملکر ۱/۲ ۸ فیصدی مانگ پوری کرتے ہیں، اور تنہا ہندوستان ساڑھے سات فیصدی ابرق پیدا کرتا ہے اور اس میں قریب قریب پوری مقدار صرف ضلع ہزاری باغ کے دفائن سے نکالی جاتی ہے،

ابرق کی تجارت کس کے ہاتھ میں ہے | یوں تو آج کل ہزاری باغ میں ابرق کی خرید و فروخت کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہے اس لئے کہ جس کسی کو دس پندرہ سیر کسی صورت سے بھی ہر روز ابرق مل جاتا ہے وہ تاجر ہے، اگرچہ لوگ واقعی اس کی تجارت کرتے ہیں اور غیر ممالک سے ان کا لین دین ہے ان میں سے قابل ذکر مسرس الیف، ایف کرسٹین اینڈ کمپنی لمیٹڈ، چھوٹا ناگ پور مایکا سنڈیکیٹ لمیٹڈ، ہواری بل اینڈ کمپنی، مسرس ویس اینڈ کمپنی، مسرس بروڈ اینڈ کمپنی، اور ٹاٹا اینڈ سنز لمیٹڈ ہیں، ان کے علاوہ اور بھی چھوٹی بیس بائیس کمپنیاں ہیں جو باقاعدہ طور پر ابرق کا کاروبار کرتی ہیں اور مال باہر بھیجتی ہیں، درج بالا کمپنیوں میں سے اول الذکر بہت سرمایہ دار اور قدیم کمپنی ہے، جو ہندوستان میں آئی، اس نے تاجر کے علاوہ ایک اچھے خاصے زمیندار کی حیثیت پیدا کرلی ہے، اس زمینداری سے بھی اس کی آمدنی ہزاروں روپیہ ہوتی ہے، اس کے قبضہ میں متعدد بڑی بڑی کانیں ہیں، بڑھیا کان بھی اسی کا سرمایہ ہے،

اس کمپنی کی دولت کا اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے، کہ سیکڑوں انگریز تنخواہ دار ملازمین اس میں کام کرتے ہیں، اور ان کا باہم ایک جگہ سے دوسری جگہ تبادلہ ہوا کرتا ہے، یہ کمپنی ہندوستان میں تقریباً ایک صدی پہلے بغرض تجارت آئی تھی مگر اس کا پہلا سفر سودمند ہونے کی بجائے مضرت رساں ثابت ہوا، اور شدید نقصان اٹھانے کے بعد بیک بینی و دوگوش اس کو یہاں سے چلا جانا پڑا، لیکن اس ناکامی نے اس کے عزم کو متزلزل نہ ہونے دیا اور کارکنوں نے دو چند ہمت سے کام لیکر پھر کاروبار شروع کردیا، اسی استقلال کا نتیجہ ہے کہ آج ہزاری باغ کے معادن کے وسیع رقبہ پر اس کمپنی کی حکومت ہے، اور صحیح طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اسکے

کارکن اِسی سعی پیہم کی بدولت جنگل مین منگل منا رہے ہین،

کوڈرما ابرق ایسوسی ایشن

عہد حاضرہ مین مرکزیت کا جو عالمگیر خیال پھیل گیا ہے، اس سے تاجرون کا طبقہ بھی نہ بچ سکا، چنانچہ چند سال سے ان لوگون نے بھی کوڈرما مائیکا ایسوسی ایشن (KODERMA MICA ASSOCIATION) کے نام سے ایک انجمن قائم کی ہے جو جلسے کرکے تجاویز پاس کرتی ہے اور اپنے مطالبات حکومت کے سامنے پیش کرتی ہے، سنہ ۱۹۳۰ء مین ابرق کی تجارت کے متعلق جن قوانین کا نفاذ ہوا ہے وہ مسٹر برے (MR. BRAY) نمایندۂ معدنیات بہار کونسل کی مساعی اور اسی انجمن کی احتجاج کا نتیجہ ہین،

اس ایسوسی ایشن نے گذشتہ جاڑون مین اپنا ایک خاص اجلاس کیا تھا، یہ اجلاس بعض وجوہ سے بہت زیادہ اہم سمجھا گیا، ہندوستان کے مختلف صوبون نے کافی جوش و خروش کے ساتھ اس مین حصّہ لیا اور اپنے نمایندے بھیجے، متعدد تجاویز کے علاوہ اس اجلاس کی سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ ابرق کی طرف گورنمنٹ کی توجہ خاص طور پر مبذول کرائی جائے تاکہ معادن کی پوری حفاظت ہوسکے اور اس کی پیداوار مین ترقی ہو، اِن مقاصد کے حصول کے لئے انجمن کی طرف سے حکومت کے سامنے ایک یادداشت بھی پیش کیگئی تھی جس پر ارباب حل وعقد غور و فکر کر رہے ہین، ارکانِ انجمن کا اصرار ہے کہ حکومت درج ذیل امور پر توجہ کرے اور ان پر قانونی قلعی پھیر دے:-

(۱) بغیر لائسنس کے ابرق کی تجارت نہ ہو،

(۲) ابرق جنگلی پیداوار سمجھا جائے، اور قانون جنگلات کے ماتحت کر دیا جائے،

(۳) اگر زمیندار چاہین تو وہ بھی اپنے جنگلون کو جن مین ابرق کے خزائن ہین اس قانون کے ماتحت کر دین،

(۴) درج ذیل فرائض کی انجام دہی کے لئے حکومت ایک افسر مقرر کرے جو معدنیات کا ماہر ہو:-

(الف) معادن کا معائنہ کرے،

(ب) معادن مین کوئی نقص نہ پیدا ہونے دے، ان کو برباد ہونے سے بچائے تاکہ اس کا اثر ملک کی تجارت پر پڑے گا،

(ج) ابرق کے تاجرون کے کھاتہ بہی کا محاسبہ کرے، ان کے ذخائر پر نظر رکھے تاکہ دیانت سے تجارت ہوسکے اور مسروقہ مال ان مین خلط ملط نہ ہو،

(د) اُن مقامات کی تلاشی لے جہان اسے مسروقہ ابرق پائے جانے کا شبہہ ہو،

(ر) یہ بھی دیکھے کہ آیا واقعی مسروقہ ابرق اس معدن سے نکل سکتا ہے جس مین سے چوری جانے کی اس کو اطلاع پہنچی ہے،

(س) لائسنس کے لئے تمام درخواستین اپنی معرفت ڈپٹی کمشنر کے پاس بھجوائے،

(ص) لائسنس کی منظوری یا عدم منظوری سے پہلے ڈپٹی کمشنر، معادن کے ذمہ دار افسر، ایس ڈی او- ہزاری باغ، گرہی ڈیہہ، نواداے اس کے متعلق استصواب رائے کرے، اس علاقہ کے تھانہ کی راے بھی دریافت کرے، کوڈرما مائیکا ایسوسی ایشن یا اس قسم کی دوسری انجمن سے اگر کوئی موجود ہو مشورہ کرے، ان سب کے علاوہ اگر ضرورت ہو تو لائسنس طلب کرنے والے کے چال چلن کے متعلق انفرادی حیثیت سے بھی تحقیقات کرے، اس کے بعد حسب آراء لائسنس کی منظوری یا عدم منظوری عمل مین آئے، اگر کافی اسباب کے بغیر کوئی لائسنس نامنظور نہ کیا جائے، پھر بھی ڈپٹی کمشنر کوئی سبب ظاہر نہین کر سکتا،

(ط) ہر لائسنس کے لئے فیس اور ضمانت مقرر کی جائے،

(ع) ابرق کے تاجر اور خرید و فروخت کرنے والے معقول طور پر اپنے افسر معائنہ کے اخراجات ادا کرین

اِس باب مین تاجرون کو درج ذیل امور پر توجہ کرنی چاہئے، تاکہ ان کے مالیات پر براہِ راست کوئی زد نہ پڑے

(۱) گورنمنٹ سے منظوری کی سند حاصل کرین،

(۲) زرِ ضمانت ادا کرین،

(۳) ٹھیکہ دار زرِ نظرانہ ادا کرین،

(۴) خیال رکھین کہ خرچ سے آمدنی کم نہو،

(۵) نفع یا نقصان کا صحیح حساب پیش کرین،

(۶) ابرق کے ٹھیکہ مین پیداوار کا صحیح حساب رکھین،

(۷) محاصل ادا کرین،

(ف) ابرق کے ایک تاجر کے لئے ضروری ہے کہ ایک معلوم مقام پر اس کا گودام ہو جہان افسر معائنہ جا کر اس کی دیکھ بھال کرے،

(ک) ہر تاجر یا معدن کا مالک وہ رسیدین دکھلایا کرے جن سے معلوم ہو کہ اُس نے کس کے ہاتھ ابرق بیچا ہے اور کس سے خریدا ہے، ان رسید و نمین ابرق کے بل کا وزن اور طول و عرض بھی ظاہر کیا جائے، رسیدون اور حساب کے رجسٹر مین تطبیق بھی ہونی چاہئے،

خاتمہ | درج بالا سطرون کے مطالعہ کے بعد ابرق کی اہمیت قارئین کرام کے ذہن نشین ہو گئی ہو گی اور یہ بھی سمجھ مین آگیا ہو گا کہ اس کی تجارت پر اس قدر قدغن کیون ہے، حقیقت یہ ہے کہ بجلی کے روز افزون کارنامون نے ابرق کو اس قدر اہم بنا دیا ہے، جنگی ضرورتون مین جہان کہین بھی بجلی کی حیرت انگیز طاقت کارفرما ہوتی ہے، ابرق کو اس کا دستِ راست سمجھا جاتا ہے، چنانچہ یہی وہ جنگی ضرورتین ہین جنکی طرف متوجہ کرکے کوڈرما ایسوسی ایشن کے اراکین کوشش کر رہے ہین کہ اس کی تجارت قانونی شکنجہ مین ڈال دی جائے، اور اسکو "شاہی ملک" (ROYAL ASSET) مین شامل کر لیا جائے، لیکن اگر ان مطالبات کو حکومت نے تسلیم کر لیا تو چھوٹے چھوٹے دیسی تاجر اس "جنگِ زرگری" مین بری طرح شکست کھائین گے، اور ان کو ابرق کی تجارت سے دست بردار ہو جانا پڑیگا، کیونکہ لائسنس کی منظوری مین اِس قسم کی شرائط پیش کی گئی ہین کہ اگر ایک معمولی تاجر اپنی درخواست آگے بڑھانے کی کوشش کرے تو ہر قدم پر اس کو "کشتیِ زر" کی ضرورت ہو گی، اور اسکے ہان اس جنس گران کی کساد بازاری کچھ خلاف توقع نہین! اگر یہ منزل بھی کسی طرح طے ہو گئی تو پھر ایسوسی ایشن

اور پولیس سے اپنے چال چلن کی تصدیق کے لئے دوچار ہونا پڑیگا، اور ایسے ایسوسی ایشن سے جس کی باگ "سفید فیون" کے ہاتھ مین ہے، یہ امید رکھنی ایک فعل عبث ہے کہ وہ ہندوستانیون کو اس کا موقع دینگے، ان سب پر مستزاد وہ محاصل ہین جن کی ادائگی ان کی مالی مشکلات مین اور اضافہ کر دے گی،

مذکورۂ بالا حقیقتون کے جان لینے کے بعد ہم کیا توقع کر سکتے ہین کہ ہندوستان اپنے اس "کنز مخفی" سے کچھ بھی فائدہ اٹھا سکے گا، ہان ایسا اسی وقت ممکن ہے جب دولت مند ہندوستانی تجار سرمایہ دار اور زمیندار اس کی طرف کافی توجہ کرین اور اس جذبہ کے ساتھ ابرق کے معادن حاصل کرین کہ یہ ہماری دولت ہے، اِس سے فائدہ اُٹھانا ہمارا پیدائشی حق ہے، اگر ایسا نہ ہوا تو نیل کی کوٹھیون کے مالکون کی طرح ابرق کے معادن کے مالک بھی اپنے دیہاتی پڑوسیون پر مظالم توڑین گے، گو آج بھی وہ کچھ مہربانی سے پیش نہین آتے مگر قوانین کے اجرا اور تجاویز کی منظوری کے بعد تو یقینی آنکھین بدل جائین گی اور مآل کار ایک دن آپ سن لین گے کہ ابرق کی تجارت مین ہندوستان کا ایک ہاتھ بھی نہین،

تصوّف اسلام

یعنی

اسلامی تصوف کا عطر، قدمائے صوفیہ کے حالات اور ان کی تصانیف پر تبصرہ، مولفہ مولوی عبدالماجد صاحب بی اے، لکھائی چھپائی عمدہ، ضخامت ۱۲۸ قیمت عہ

"منیجر"

"افادیت اور خارجیت ضمیریت اور تصوریت"

اور

اسلام کے عروج و زوال کا سبب

از مولوی الف دین صاحب سیالکوٹ،

"افادیت" کا تعلق خارجیت یا بیرونی ماحول سے ہے اور "ضمیریت" کا تعلق تصوریت یا انسان کے خود اپنے اندرون سے ہے، افادیت کا مابہ الامتیاز "خارجیت" ہے تو ضمیریت کا امتیازی نشان "تصوریت" ہے،

جب "افادیت" مناسب اور معتدل حد سے متجاوز ہو جائے تو اس کا نتیجہ افراد یا اقوام مین جیسی کہ صورت ہو، یہ ہوتا ہے کہ وہ افراد یا قوم پرلے درجہ کی طماع، لالچی، فریبی، مکار، زر پرست، خود غرض اور مادہ پرستی اس کے بیشتر افراد کو لامذہبی کیطرف مائل کر دیتی ہے، جیسا کہ آج فرنگستان کی حالت ہے،

دوسری طرف جب "تصوریت" مین غلو کیا جائے تو اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ پرلے درجے کی خود انکاری، نفس کشی، جائز خواہشون کی بھی موت، رہبانیت اور فرائض زندگی کی بجاآوری سے غفلت اور بالآخر جمود و خمود جیسا کہ ہندوستان، ایران اور دیگر ممالک ایشیا مین دیکھا جاتا ہے، اس مفہوم مین سارا ایشیا باستثناے عرب تصوریت پسند ہے،

عرب سے امت وسطیٰ اٹھی اور قائم بالذات، حی قیوم، عادل و منصف خدا کے تصور کے ماتحت دنیا کے سامنے یہ حقیقت پیش کی کہ نہ تو اس قسم کی ماحول پسندی جو افادیت مین ہے، اور نہ اس طرح کی اندرون پسندی جو تصوریت مین ہے سچی اور اخلاقی زندگی کا معیار ہو سکتی ہے، کیونکہ ان مین افراط و تفریط ہے، نہ سرے سے خدا فراموشی اور نہ ویدانتی تصور حلول، نشان زندگی ہے، بلکہ اصلی

اور اخلاقی زندگی اور صراط مستقیم تو میانہ روی اور خدا کی ربوبیت عامہ کے تصور کے ماتحت "اعدلوا ھو اقرب للتقوی" مین ہے،

دیکھو! بیکن کے زمانہ اور ملکہ الزبتھ کے عہد کا فرنگستان کیا تھا اور اس کے مقابلہ مین اکبر اور ابو الفضل اور راجہ ٹوڈرمل کا ہندوستان، عہد صفویہ کا ایران اور عہد عثمانیہ کا فرنگستانی روم کیسا شاندار تھا، اگر مسلمان اندلس مین کمزور ہو گئے تو اس مین کوئی کلام نہین کہ انھین دنون انھون نے قسطنطنیہ مین ایک زبردست حکومت قائم کی جس سے سولھوین اور سترھوین صدی عیسوی مین سارا فرنگستان لرزہ براندام رہا،

تاریخی حقائق کی روشنی مین بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے، کہ جب نیا دور شائستگی دنیا مین شروع ہوا، تو ایشیا کو فرنگستان کی بہ نسبت زیادہ امید افزا مواقع حاصل تھے، بلکہ ایشیا کے مقابلہ مین فرنگستان کی کوئی حیثیت نہ تھی،

پھر سوال یہ ہے کہ کیون فرنگستان بڑھ گیا اور اس کے مقابلہ مین ایشیا، سیاسی، اور اقتصادی رنگ مین بلکہ مین کہونگا کہ مذہبی حیثیت سے بھی کمزور ہو گیا،

اس سوال کا جواب واقعات کی روشنی مین میری رائے مین یہ ہے، کہ سولھوین صدی عیسوی کے آغاز تک، فرنگستان، ایک دور از کار اور بعید از عقل، بیہودہ اور لاطائل مذہب کے شکنجہ مین گرفتار تھا، اس کا جان و مال، اسکی آزادی، اس کی قوت فیصلہ غرضکہ ہر ایک چیز پاپائی عقیدہ پر قربان کر دی گئی تھی، جب مذہبی اصلاح نے ۱۵۲۰ء مین اُسے پاپائی استبداد سے نجات دلائی تو مذہب کے خلاف اس زور اور شدت کے ساتھ ردعمل شروع ہوا کہ لامذہبی تک نوبت پہنچ گئی، شکسپیر ۱۵۶۴ء تا ۱۶۱۶ء نے ایک اعلیٰ اور کارآمد ادبیات کی بنیاد رکھی، بیکن ۱۵۶۱ء تا ۱۶۲۶ء نے علمی فلسفہ کی بنیادین قائم کین، علوم طبیعی، اختراع آلات، اور صنعت و حرفت کی طرف توجہ ہوئی، تلاش معاش

اور اقتصادی ضروریات کی وجہ سے ایک تجارتی کمپنی قائم کیگئی کہ وہ ہندوستان مین جائے، اسی طرح دیگر ممالک فرنگ سے فرانسیسی، ڈچ اور پرتگالی وغیرہ بیرونی ممالک مین نکل آئے،

ادھر ہندوستان مین سانکھیا کپل اور یوگ پتنجلی اوران کے ساتھ ساتھ بھگوت گیتا کی شرح ویدانتی نقطۂ نظر سے جو شنکر اچاریہ نے مدتین گذرین کی تھی، مذہبی رنگ مین ہندؤن کے دل و دماغ پر مسلط تھی، معیشت سے فارغ البالی تھی، ایران کی سرحدون اور قرب وجوار مین بقول سید امیر علی اور پھر خود اندرون ایران مین ہندؤن کا ویدانتی تصور پھیلا ہوا تھا، یہی حال عثمانیہ قلمرو کا تھا، مذہب ویدانت کی شکل مین تبدیل ہوگیا تھا اور فراوانی پیداوار اور زرخیزی اراضیات نے اقتصادیات کی طرف سے بے پرواہ کردیا تھا، بیرونی تاجرون کو مراعات دیگئین، وہی دکاندار وہی صناع اور حرفتگار تھے، ایران، ہندوستان، ایشیائی روم بلکہ قسطنطنیہ مین بھی نامور اور قادر الکلام شعرا نے فارسی کے لئے ویدانت نے طبع آزمائی کا سامان بہم پہنچایا، فلسفۂ ویدانت کے ادائے مطالب کے لیے زبان فارسی کچھ ایسی موزون واقع ہوئی ہے، کہ شاید کوئی اور زبان اس بات مین اس کا مقابلہ نہین کرسکتی،

اس خود انکارانہ فلسفۂ زندگی کا یہ اثر ہوا کہ جہان فرنگستان مین افادی نقطۂ نظر سے جذبات کی تہذیب اور ماحول کی اصلاح کا کام کیا جارہا تھا، شعرا رمناظر قدرت اور ضروریاتِ زندگی پر دلکش اور موثر نظمین لکھ رہے تھے، سائنس کے نئے نئے اکتشافات، اور مختلف علوم وفنون کو ترقی دینے کے لیے اقتصادی زاویۂ نگاہ سے مختلف سوسائٹیان قائم ہورہی تھین، وہان ہندوستان اور ایران مین ادبیات ویدانت کے موجودہ طومار مین اضافہ کرنے کے لیے مشاعرے قائم ہورہے تھے، وجودی فلسفہ کچھ ایسے بلیغ انداز مین منظوم کیا گیا ہے، کہ خواص وعوام اُسے پڑھتے، قوالون سے سنتے اور بے اختیار وجد مین آکر سر دھنتے ہین،

جہان ڈیکارٹ فرانسیسی (۱۵۹۶ء تا ۱۶۵۰ء) باتباع امام غزالیؒ (۱۱۱۲ء) جدید فلسفہ کی بنیادین

اسلامی اصول پر قائم کرکے ایک قائم بالذات خدا کا تصور اور روح وجسم کے حقوق وفرائض پر ایک معنی خیز تبصرہ کررہا ہے، وہان ہم دیکھتے ہین، کہ ابوالفضل قلمرو اکبری مین مارا مارا پھر رہا ہے، کہ وہ نئے دین الٰہی کیلئے جو ویدانت پر مبنی تھا، کسی مناسب اور موزون مقام پر معبد تعمیر کرے، حضرت آزاد بیان کرتے ہین، کہ ملک کشمیر جھوٹی ڈل کے کنارے پر یہ معبد بنایا گیا، اور اس کے دروازے پر ہلالی ایرانی کے یہ اشعار کندہ کئے گئے،

اے تیر غمت را دل عشاق نشانہ	خلقے بتو مشغول تو غائب زمیانہ
گہ معتکف مسجد وگہ ساکن دیرم	یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ
حاجی برہ کعبہ و من طالب دیدار	اوخانہ ہمی جوید و من صاحب خانہ

یہ ویدانتی تصور خدا اسلامیون کی سیاسی اور اقتصادی زوال کا ذمہ دار ہے، حضرت اورنگ زیب نے اس مین اصلاح کرنی چاہی، مگر نقارخانہ مین طوطی کی آواز نہ سنی گئی، اس سے پہلے بھی اس سیلاب کی روک تھام کے لیے حضرت ابن حزم اندلسی پانچوین صدی ہجری، (جسکو ویدانتی غلط نفسیات نے "ظاہری" خطاب دیا ہے) امام ابن جوزی، استاد حضرت سعدی چھٹی صدی ہجری، علامہ ابن تیمیہ آٹھوین صدی ہجری کے شروع اور مجدد الف ثانی شیخ سرہندی گیارہوین صدی ہجری اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بارہوین صدی ہجری مین اُٹھے، مگر ان کے ارشادات سے سوائے چند خواص کے عوام نے فائدہ نہ اُٹھایا، وجہ یہ ہوئی کہ ایک تو وہ نثر مین تھے اور فلسفہ ویدانت منظوم، نثر مین لوگ بمقابلہ نظم کم دلچسپی لیتے ہین، اور دوسرا یہ کہ سہل انکار قوم کا مذاق بگڑا ہوا تھا، اب عالم اسلام حضرت ابن سعود کی طرف دیکھ رہا ہے اور بعض درددل رکھنے والے مسلمان یہ امید لگائے بیٹھے ہین کہ انشاء اللہ پھر کتاب وسنت سے تمسک کا دور آئے گا، آجکل ڈاکٹر لوتھراپ اسٹاڈرڈ نے ایک کتاب موسوم بہ "جدید دنیائے اسلام" لکھی ہے جسمین اس نے بوجوہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر اتحادِ اسلام پھر زندہ ہوگا تو اسے تحریک وہابیت زندہ کریگی،

کیونکہ یہ لوگ صدر اول کے ابتدائی، سادہ اور مضبوط اخلاق اسلامی کے پیرو ہین؛

ڈاکٹر موصوف نے کتاب کے مقدمہ مین اسلامیون کے سیاسی زوال کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ پیر پرستی اور ہندوستان کے ویدانتی اثرات نے توحید کو مسخ کر دیا، اور ایران کا پرپیچ عقیدۂ تشیع بھی کسی حد تک اس کا ذمہ دار ہے،

مختصر یہ کہ افادی مادہ پرست خدا کو بھول گئے اور لالچی اور طماع بنگئے، ضمیری تصوریت مین غلو کرتے ہوئے ویدانتی بنگئے، قوائے عمل شل ہوگئے اور اخلاقی ذمہ داری اُٹھ گئی، اگر سچی اخلاقی زندگی جسکا نام "خود دریابی" ہے، حاصل کرنا ہے تو وہ اسلامی اصول کے اتباع مین حاصل ہوگی،

فرنگستان کے ضمیرئیین مین بھی، کانٹ اور بعض دیگر حکما، تصوریت کے میدان مین ہندو ویدانتیون کے لگ بھگ پہنچ گئے، مگر حسیّین یا طبیعیین، بلکہ خود ان کے پیرؤون نے بھی ان پر سخت حملے کیے، اسلیے یہ ویدانتی اثر عام طور پر فرنگستان مین نہ پھیلا، یہان ہندوستان مین تعلیم عام نہ تھی، اور نہ بحیثیت مجموعی کوئی جماعت اس کے مقابلے مین آمادہ کار ہوئی، برخلاف اس کے ویدانت خاص و عام کی رگ و پے مین سرایت کئے ہوئے تھی، نتیجہ یہ ہوا، کہ ہندوستان، ایران اور روم مین، مسلمان اس سے متاثر اور سیاسی طور پر کمزور، اور اقتصادی رنگ مین سقیم الحال ہوگئے،

ویدانتی ہند باہمہ کثرت تعداد اور راجاؤن کی کثیر فوج کے بیرونی حملہ آورون سکندر، محمد بن قاسم، محمود اور محمد غوری کی قلیل فوج کا مقابلہ نہ کرسکا کیونکہ ویدانتی افسردگی کی وجہ سے سرگرمی اعمال رخصت ہوچکی تھی،

اسوۂ صحابیات

تلخیص و تبصرے

جبل دروز کے جغرافی و تاریخی حالات

دروزیوں کی اس نشأۃ جدیدہ کے بعد اُن کے متعلق اردو مین کافی معلومات آچکے ہین، جن سے ان کے نسل، مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور تاریخی حالات پر روشنی پڑتی ہے، لیکن الہلال مصر کے اکتوبر کے نمبر مین جبل دروز اور دروزیوں کے متعلق بعض اور معلومات یکجا کئے گئے ہین جن سے جبل دروز کے جغرافی اور تاریخی حالات پر مزید روشنی پڑتی ہے، اسکی تلخیص ذیل مین دی جاتی ہے،

حدود اربعہ اس سرزمین کا قدیم تاریخی نام "جبل حوران" ہے، اور اب یہ "جبل دروز" کے نام سے مشہور ہے، اسکے حدود اربعہ یہ ہیں:

شمال مین اراضی "رحجا" یا "غوطۃ الشام" مغرب مین "اللجاۃ" ہے اور جنوب مین "حیانہ" یا حدود حکومت شرق اردن واقع ہے، اور مشرق مین "الصفا"، "الرحبہ" اور "جبال الحارۃ" ہے،

زراعت اس کا پورا رقبہ ۷،۹۲۰ مربع کیلومیٹر ہے (ایک کیلومیٹر ۱۰۰۰ گز کا ہوتا ہے) اس پورے رقبہ مین سے ۲۴۰۰۰ ایکڑ زمین مین گیہون کی کاشت ہوتی ہے، اور ۶۰۰۰ ایکڑ زمین جو کی کاشت کے لیے اور ۷۵۰ ایکڑ زمین چنے کی کاشت کے لیے مخصوص ہے اور ۲۲۵۰ ایکڑ زمین مین اور دوسرے قسم کی کاشت ہوتی ہے،

آبادی ۱۹۲۵ء کی مردم شماری کے لحاظ سے دروزیون کی مجموعی تعداد ۵۲۰۶۴ ہے ان مین سے ۴۶۵۴ عیسائی

ہین جنکی حالت نہایت غیر مربوط اور زبون ہے، ان مین سے ۱۵۰۰۰ اشخاص فوجی خدمات پر مامور ہین،

قبائل ان مین اپنے شرف وعزت کے لحاظ سے مختلف قبائل ہین، ذیل مین چند قبائل کے نام دیئے جاتے ہین، جو اسی ترتیب کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مقابل مین معزز سمجھے جاتے ہین، ان کے نام یہ ہین :- اطرش، عامر، ہنیدی، جلبی، نصار، ابو عاف ابو فخر قلعانی، عزام، نصر، بربور، حجلی، ابو علی اور شومری وغیرہ،

قریے ان قبائل کی آبادی مختلف قریون مین ہے جنکی مجموعی تعداد ۱۲۸ ہے، جن مین سے چند مشہور قریے یہ ہین: عری، صرخد، شہبہ، قریتہ، قنوات، سالی، طربا، عتمان، عرمان، ملح، ہودایا، تعلبہ، عابرہ، مجدل، سحن، لاہتی، نمرا، شغا، ساس، اور غریہ، ان قریون کا صدر مقام سویدا ہے، یہین امیر الجبل کا قیام رہتا ہے،

خانہ بدوشی یہ اعداد و شمار تو ان قبائل کے تھے جو ان قریون مین رہتے سہتے ہین، لیکن بہت سے قبائل خانہ بدوشی کی زندگی بھی گذارتے ہین، اور مختلف موسمون کے لحاظ سے مختلف مقامات پر خیمے نصب کرکے بدوی زندگی بسر کرتے ہین، ان قبائل کی نہ آج تک مردم شماری ہو سکی اور نہ ابھی تک ان مین مدنیت کی کوئی بو باس آئی ہے، ان مین سے بعض چند بڑے قبائل کے نام حسب، جواہرہ، حواسنہ، عنایقہ، شنابلہ، ردلا، مداحلہ، حوازمہ، طرافشہ، مساعید، عصاخیر، شرفات، عضمات، اور مرشید ہین، یہ تمام قبائل اصل مین قبیلہ باہل و قبیلہ زبید، کی شاخین ہین،

طبقہ نسوان و صنعت و تجارت دروزیون مین بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کے یہان مردون کے دوش بدوش عورتین بھی تمام کامون مین حصہ لیتی ہین، ان کا ایک بڑا طبقہ جنگون مین شرکت کرتا ہے، ان کی صنعت وحرفت زیادہ تر عورتون ہی کے ہاتھون مین ہے، مختلف صنعتون مین سے پارچہ بافی، دری سازی اور لبادہ وغیرہ بنانے کا کام عورتین ہی انجام دیتی ہین، ان کی سب سے بڑی صنعت دری سازی ہے ۱۸۹۶ء مین جب دروزی مع اہل و عیال قسطنطنیہ کی طرف جلا وطن کیے گیے تھے، تو انھی ایام مین انھون نے اور ان مین سے بالخصوص عورتون نے دری سازی مین کافی مشق بہم پہنچائی تھی، پھر وطن واپس آکر ان لوگون نے

اس صنعت کو کافی فروغ دیا ان کی ایک صنعت "اطباق" ہے، یعنی گیہون اور جو وغیرہ مین طرح طرح سے نہایت خوبصورت نقش ونگار بناتے ہین، جو تیار ہو کر دیوارون کی زینت مین کام آتے ہین، یہ کام اکثر عورتین ہی انجام دیتی ہین، ان کی تجارت کی منڈی دمشق ہے، لیکن انھین اپنی صنعت وحرفت وتجارت سے کوئی زیادہ فائدہ نہین پہنچتا، کیونکہ ان کی طبیعتون مین بیحد اسراف ہے اور اسی کی بدولت یہ تاجران دمشق کے اکثر مقروض رہتے ہین،

آثار قدیمہ جبل دروز مین آثار قدیمہ مین بہت سی چیزین ہین سویدا مین ایک "قصر نعمان غسانی" ہے جسکی چوتھی صدی عیسوی مین تعمیر ہوئی تھی، لیکن اب اس کے صرف کھنڈر باقی رہ گئے ہین، اسی طرح رومانیون کی یادگار کے سلسلہ مین تین نہایت وسیع حوض اور چند ستون ہین، اور چند ستونون کی نسبت یونانیون کی طرف بھی کیجاتی ہے،

آثار مذہبی کے سلسلہ مین قنوات مین ہیکل "شمس" ہیکل "بعل" اور ہیکل "مشتری" ہین، اسی طرح صرخد مین ایک نہایت قدیم عالیشان قلعہ ہے، اور کہا جاتا ہے کہ وہین نبطیون اور عربون کے مشہور بت لات کا پتھر بھی کسی نہ کسی طرح پہنچ گیا ہے، اسی طرح شہبہ اور خربہ وغیرہ مین بھی بہت سی قدیم یادگارین موجود ہین،

دروز پر مختلف انقلابات جبل حوران یا جبل دروز دولیہ کے متعلق مختلف کتب تاریخ کا خلاصہ یہ ہے :- اس سرزمین پر فتح اسلامی سے پیشتر عیسائی حکمران تھے، پھر یہ ایک سو پچاسی برس تک مسلمانون کے قبضہ مین رہی، اس کے بعد دو سو چودہ برس تک عیسائی اور یہودی حکومت کرتے رہے، پھر یہ دروزیون کے ہمسایہ بدویون کے ہاتھ مین آگئی، سات سو چار برس تک اس پر مختلف انقلابات ہوئے، یہانتک کہ امیر علم الدین بن معن نے ۱۵۰ سپاہیون کی معیت مین اس پر قبضہ کیا،

بنو حمدان امیر علم الدین بن معن کی طرف سے حمدان الحمدان جبل دروز مین نائب قرار پایا، جب ہستی

بدویون کو جبل دروز مین اس جدید انقلاب کی اطلاع ملی تو وہ حمدان الحمدان کے قلعہ پر چڑھ آئے، لیکن وہ پہلے سے مستعد بیٹھا تھا اسلئے بدویون کو ہزیمت اٹھا کر پسپا ہونا پڑا،

امیر علم الدین اپنی کامرانی کے بعد لبنان واپس آگیا، اور حمدان جبل دروز کا مستقل والی مقرر ہوگیا لیکن اس وقت جبل دروز صرف پانچ قریون کے مجموعہ کا نام تھا، اسلیے حمدان کو اس کے توسیع کی فکر ہوئی آخر اس نے توسیع حکومت کی غرض سے اپنی حکمت عملی سے چند اصول وضع کیے، اور یہ سمجھنا چاہیے کہ جبل دروز کی ترقی کا اصل سبب یہی اصول ہین، اور اسی دن سے دروزیون مین ترقی کی روح سرایت کرگئی اور اکثر اپنے ہمسایہ بدویون پر چھاپے مار مار کر اپنی حکومت مین وسعت پیدا کرتے گئے،

حمدان کے وضع کردہ اصول یہ تھے،

۱- ہمسایون کے مال و دولت دروزیون کے لیے مباح ہین،

۲- دروزیون کی معشیت ہمیشہ مامون و محفوظ رہیگی انھین زراعت کے لیے وسیع اراضی دیجائیگی،

۳- مذہبی پیشوائی کی تاسیس اور دروزی ان مذہبی پیشواؤن کا تمام وکمال احترام کرینگے،

سنہ ۱۶۸۵ سے سنہ ۱۸۶۹ تک جبل دروز پر بنو حمدان قابض و متصرف رہے، اس اثنار مین دروزیون اور دیگر اقوام اور حکومتون سے متعدد لڑائیان ہوئین جن مین دروزی اکثر و بیشتر فاتح و غالب رہے، اور اسی قلیل مدت مین سرزمین دروز مین کافی سرسبزی و شادابی پیدا ہوگئی، اور انکی آبادی ۱۵۰۰ سے تجاوز کرکے ۱۳۰۰۰ تک پہنچ گئی،

خاندان اطرش بنو حمدان ایک سو چوراسی برس تک جبل دروز کی مذہبی پیشوائی اور حکومت پر قابض رہے، پھر سنہ ۱۸۶۹ء مین ابراہیم پاشا بن اسمعیل الاطرش دروز کے صدر مقام سویدا مین فاتحانہ داخل ہوا اور اسی دن سے دروزیون کی مذہبی پیشوائی اور انکی حکومت اس کے ہاتھ مین چلی گئی اور دروزیون اور حکومت عثمانیہ کی جو جنگ سب سے زیادہ مشہور ہے وہ سنہ ۱۸۷۹ مین اسی کے عہد مین ہوئی تھی، پھر

دروزیون کی ایک دوسری جنگ سنہ ۱۸۷۹ مین گرگ سے ہوئی، لیکن اسی اثنار مین دروزیون مین اشتراکی تحریک پیدا ہوئی کاشتکارون اور مزدورون وغیرہ مین کامل اتحاد ہوگیا اور وہ لوگ سربرآوردہ لوگون کے خلاف جنگ کی تیاری مین مصروف ہوگئے، جب شبلی بک کو جو ابراہیم پاشا کے حقیقی بھائی تھے اسکی اطلاع ہوئی تو وہ بھی اپنی جمعیت متحد کرنے مین مشغول ہوگئے، یہان تک کہ سنہ ۱۸۸۶ مین ایک خونریز جنگ برپا ہوگئی جس مین بہت سخت کشت و خون ہوا، بنو طرشان بے خانمان بھاگے بھاگے پھرے، آخر انھین قلعہ مزارعہ مین پناہ گزین ہونے کا موقع ملا اور اس بغاوت مین عوام مشائخ و زعما پر پوری طرح فتحیاب ہوئے، لیکن بعد مین یہ بغاوت فرو ہوگئی، مگر ابھی دروزی پوری طرح مطمئن نہ ہونے پائے تھے کہ سنہ ۱۸۸۹ مین انکی دولت عثمانیہ سے جنگ چھڑ گئی اور اسی سلسلہ مین سنہ ۱۸۹۰ مین شبلی بک گرفتار کرلیے گئے جنھین دروزیون نے ایک ہولناک جنگ کے بعد قلعہ مزارعہ سے رہا کرایا،

سنہ ۱۸۹۲ مین ابراہیم پاشا کا انتقال ہوگیا اور انکی جگہ پر ان کے بھائی شبلی بک سرفراز ہوئے، شبلی بک نے سب سے پہلے سنہ ۱۸۹۳ مین ایک جنگ کے بعد دروز اور حوارنہ مین صلح کرائی،

| حکومت عثمانیہ اور جبل دروز |

پھر اسی سنہ مین جبل دروز پر حکومت عثمانیہ کا غلبہ ہوگیا اور اس نے وہان کے بہت سے سربرآوردہ اشخاص کو جلاوطن کردیا انھین مین شبلی بک اور ابو طلال وہبہ بک عامر بھی تھے، پھر ان زعمار کی عدم موجودگی مین سنہ ۱۸۹۴ سے سنہ ۱۸۹۵ تک مختلف چھ لڑائیان ہوئین یہانتک کہ سنہ ۱۸۹۶ مین حکومت عثمانیہ کو دروز پر پورا تسلّط حاصل ہوگیا، پھر سنہ ۱۸۹۶ مین حکومت نے بہت سے سربرآوردہ لوگون کو دوبارہ جلاوطن کیا اور اس جلاوطنی کے بعد وہان حکومت کیلئے کامل امن و امان حاصل ہوگیا،

اس کے بعد سنہ ۱۸۹۸ مین وہان بغاوت کی پھر ایک نئی لہر دوڑ گئی، اس بغاوت مین دروزیون کا سب سے اہم مطالبہ جلاوطن زعمار کی واپسی تھی، اس موقع پر حکومت عثمانیہ کو سپر ڈالنی پڑی اور شاہی اعزاز و اکرام کے ساتھ جلاوطن زعمار اپنے وطن واپس کئے گئے، پھر سنہ ۱۹۰۲ مین شبلی بک کا انتقال ہوگیا،

اور انکی جگہ ان کے حقیقی بھائی یحییٰ بک نے لی، ان کے عہد مین بہت سی لڑائیان ہوئین جنمین سب سے اہم وہ لڑائی ہے جو ان مین اور عرب "ضیر" کے درمیان سنہ ۱۹۰۲ء مین ہوئی، نیز شہر بصری "اسکی شام" کی فتح اور سنہ ۱۹۰۹ء مین اس کے قلعہ کا محاصرہ ہوا، اس کے بعد سامی پاشا فاروقی متعین ہوئے جنھون نے امان دینے کے بعد اکثر عمائد کو گرفتار کر لیا، اور ان مین اکثر کے متعلق مختلف فیصلے، مثلاً سزائے موت وغیرہ کئے گئے،

سنہ ۱۹۱۴ء مین یحییٰ بک نے وفات پائی اور امیر سلیم بن محمود جو یحییٰ بک کے حقیقی بھائی تھے جبل دروز کے زعیم مقرر ہوئے انھون نے اپنے وطن کے فلاح وبہبود کے لحاظ سے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جمال پاشا پر زور ڈالا کہ دروزیون کو عساکر عثمانیہ مین جبری فوجی خدمت سے بری کر دیا جائے،

جب عالمگیر جنگ کی بدولت مصائب کا اضافہ ہوا اور شام، لبنان اور فلسطین کے لوگون پر مظالم ہوئے اور بہت سے لوگ سخت قحط سالی کی مصیبت مین مبتلا ہو گئے تو دروزیون نے عموماً اور جبل دروز نے خصوصاً پناہ گزینون کے لیے عام طور پر اپنے دروازے کھول دیے اور اختتام جنگ تک اس انسانی فرض کو ادا کرتے رہے، لیکن اس کے ساتھ انھین یہ بھی کرنا پڑا کہ گیہون کے رسدخانہ کا دروازہ جمال پاشا اور سلطنت عثمانیہ کے سامنے بند کر دیا اور ان کے گیہون کے تمام ذخائر کو جو بکثرت تھا پناہ گزینون اور شام کے خریدارون کے لیے محفوظ کر لیا، اور اگر ان کے رسدخانہ مین اس کا ذخیرہ نہ ہوتا تو سنہ ۱۹۱۶ء مین دمشق مین بھی قحط کا وہی اثر پڑتا جو دوسرے ممالک پر پڑا تھا اور فی الحقیقت عالمگیر جنگ مین جبل دروز دو حصون مین منقسم تھا، ایک حصہ امیر سلیم اطرش کی سرداری مین دولت عثمانیہ کا جانبدار تھا اور دوسرا سلطان پاشا اطرش کی قیادت مین حلفاء کا حامی تھا اور اسی نے بادیہ شام مین سب سے پہلی مرتبہ علم بغاوت بلند کیا اور سنہ ۱۹۱۸ء مین دمشق مین فاتحانہ داخل ہوا، پھر اس کے بعد حکومت عثمانیہ اور دول حلفاء مین معاہدون کے رو سے جو کچھ طے ہوا اور جو جو واقعات ظہور پذیر ہوئے اور جبل دروز مین آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب نظرون کے سامنے ہے،

(انہلال مصر بحوالۂ الرسالہ)

اخبار علمیہ

مچھلی کی موم بتی، الاسکا مین ایک قسم کی مچھلی پائی جاتی ہے، جسے اگر خشک کر کے جلایا جائے تو موم بتی کا کام دیتی ہے،

ایک بادشاہ کی قبر، ناروے کے ایک مقام اُدلن سیکر کے قریب ایک بڑا ٹیلہ ہے جو ۰۰ فٹ بلند اور ۳۰۰ فٹ مربع ہے، مقامی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ٹیلہ ایک لامعلوم بادشاہ کا مقبرہ ہے جس مین وہ دو سفید گھوڑون کے بیچ مین آرام سے آخری نیند سو رہا ہے، سنہ ۱۸۴۰ء مین ٹیلہ کو کھودنے کا کام شروع کیا گیا تھا مگر بعض مہلک واقعات کی وجہ سے ترک کر دیا گیا، ماہرین اثریات اب ایک مرتبہ پھر اس روایات کی تصدیق وتکذیب کی تحقیقات کا سامان کر رہے ہین،

ایک نئی گھڑی کی ایجاد، اب تک جتنی گھڑیان ایجاد ہوئی تھین اُن مین وقت دو سوئیون کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا تھا، مگر اب انگلستان مین ایک مربع قسم کی گھڑی نکلی ہے جس مین یہ دونون سوئیان موجود نہین ہین بلکہ ان کے ساتھ گھنٹہ منٹ کے نشانات بھی غائب ہین، گھڑی کے اوپر صرف دو سوراخ بنے ہوئے ہین، ایک سے گھنٹہ کے حروف نکلتے رہتے ہین اور دوسرے سے منٹ کے، جہان ایک منٹ ختم ہوا وہ منٹ فوراً اندر چلا جاتا ہے، اور دوسرا باہر نکل آتا ہے، اس مین ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے، کہ آدمی ان اعداد کو زیادہ آسانی اور فاصلہ سے بھی پڑھ سکتا ہے،

ہوائی جہاز کی پرواز اور اسکی آواز، اس وقت تک ہوائی جہازون کی پرواز کے وقت بہت سخت آواز ہوتی تھی اور دشمن کو دور ہی سے اس کے آنیکی اطلاع مل جاتی تھی، مگر اب یہ کوشش کی جارہی ہے، کہ اُس کے پرون اور پہیون کی ایسی ساخت ہو کہ یہ آواز بالکل جاتی رہے، چنانچہ بعض ماہرین نے اس کی کوشش شروع کردی ہے، اور وہ اس مین بہت کچھ کامیاب بھی ہوئے،

سفری لاسلکی، لاسلکی تار نے جو عمومیت دنیا مین حاصل کی ہے وہ بیان سے مستغنی ہے، لیکن جدت پسند شائقین کی تمنا و خواہش کو کیا کیجے کہ وہ صرف گھر ہی مین اس سے متمتع ہونے کے خواہشمند نہین ہین، بلکہ ہر جگہ اور ہر مقام پر اس سے حظ اٹھانا چاہتے ہین، اسی ضرورت و شوق کو دیکھکر انجنیرون نے اس قسم کے چھوٹے چھوٹے سٹ تیار کرلئے ہین جو آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجائے جاسکتے ہین، نیز عام موٹرون کو بھی ان سے مزین کیا جارہا ہے،

افسانہ نویسی کی آمدنی، ہمارے ہندوستان مین افسانہ نویسی معیوب کیون نہ ہو، اور افسانہ نویس مالی مشکلات مین کتنا ہی گرفتار کیون نہ ہو، علم دوست و ادبیات پسند یورپ مین ایسا نہین ہے، حال ہی مین ایک مشہور افسانہ نویس نائٹ سر رائیڈر ہیگرڈ کا انتقال ہوا ہے، اور انھون نے ۶۱،۲۵ پونڈ جو تمام تر اسی ایک ذریعہ کی آمدنی تھی چھوڑے ہین،

اسی سلسلہ مین دوسرے افسانہ نویسون کی آمدنی معلوم کرنا بھی باعث دلچسپی ہوگا،

چارلس گروِیس ...۰۰۰ ا پونڈ، جارنت گنارڈ ....۰ پونڈ، مسز ہمفری وارڈ ...۱۳۰۰ پونڈ،

مسز موصوفہ کی جو آمدنی دکھائی گئی ہے وہ وہ ہے جو ان کے خیراتی کامون کے بعد بچ رہی تھی ورنہ ان کے صرف ایک افسانہ ہلبک آف بنسڈل (HELBECK OF BANNISDALE) مین ان کو

...۱۶۰۰ پونڈ ملے تھے، ادسنڈ کو اپنے ایک افسانہ "کیر یوڈی بار گیرک" کیلئے ....۲۵ پونڈ اور ڈوڈٹ کو "معافو" کے لئے ....۴ پونڈ ملے، جارج ایٹ کو "مڈل مارچ" کے لئے ....۸ پونڈ ملے تھے، بیکنسفیلڈ کو دو قصون کے لئے ۴۰ ہزار، چارلس ڈکنیس ....۸ پونڈ، تھامس ہارڈی ....۲۵، جارج مریڈتھ ...۳۲ پونڈ، وکٹر ہیگو ....۲ پونڈ، اونیلالی ...۲۵ پونڈ، مری کوریلی ...۴۲ پونڈ،

ایک جدید براعظم، نیویارک (امریکہ) کا ایک ماہر طبعیات و ارضیات اڈون فیرفکس نائی کا دعوی ہے کہ وسط اپسفک مین امریکہ کو عنقریب ایک جدید براعظم ہاتھ لگے گا، اس کا بیان ہے، اجزاء ہوائی رفتہ رفتہ سطح آب سے بلند تر ہورہے ہین، اور بہت جلد جاپان کے برابر ایک ملک بن جائیگا، اس کے ساتھ ان کا یہ بھی دعوی ہے، کہ اس انقلاب ارضی کے لئے کوئی زلزلہ وغیرہ نہ ہوگا،

لاسلکی اور بائسکوپ کے فلم، ابھی تک صرف آدمیون کی تصاویر لاسلکی طریقہ سے لی جاتی تھین، اس کے بعد یہ ترقی ہوئی کہ ان مین رنگ آمیزی بھی اس ذریعہ کی جانے لگی حتی کہ چک تک اسی ذریعہ بھیجا جاتا ہے، مگر اب اس ترقی پسند فن نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے، اور بائسکوپ کے فلم بھی عنقریب اس سے لئے جانیوالے ہین، اُمید کی جاتی ہے، کہ اس کے متعلق ضروری تجربات کی تکمیل کے بعد یہ کام جلد شروع ہو جائیگا،

ہوائی تاخت سے محفوظ رہنے کا ایک جدید طریقہ، دشمن کی ہوائی تاخت سے محفوظ رہنے کے لئے یون تو متعدد دفاعی آلات و سامان پیدا کرلئے گئے ہین، مگر سب سے حال کی چیز ایک جال ہے یہ جال توپ کے گولون مین لپٹے رہتے ہین، ان گولون کو اوپر کی طرف جہاز کی سمت مین چھوڑا جاتا ہے، وہ

اوپر جا کر پھیل جاتے ہین، اور پھر دشمن کے جہاز کو مچھلی کی طرح اپنے اندر لیکر نیچے گرا دیتے ہین،

کیڑون کا عجائب خانہ، امریکہ کے عجائب خانۂ تاریخ طبیعیات کے افسر اعلیٰ ڈاکٹر فرینک، ای لٹز نے نکسبٹر ودنیوپارک، مین صرف کیڑون کا ایک عجائب خانہ قائم کیا ہے، اس مین اس وقت تک ۲۷ اقسام کے کیڑے لائے جا چکے ہین،

ایک عمارت پر رقص کی سحر کاری، حال ہی مین بوسٹن (امریکہ) مین ایک ناچ گھر کے گر جانے سے تقریباً پچاس آدمیون کی جانین ضائع ہوئین، عمارت بظاہر مضبوط و مستحکم تھی، اور اس عمارت کے گرنے کا سبب معلوم نہ ہو سکا تھا، مگر اب پتہ چلا ہے، کہ اس کی اصلی وجہ ایک خاص قسم کا رقص تھا جس کے اثر سے یہ عمارت بیٹھ گئی، اگر اس انہدام اور رقص مین علت و معلول کا یہ سلسلہ صحیح ہے تو آج سے اسکا انکار نہ کرنا چاہیے کہ "ذوق رقص" "خانہ ویرانی" کا باعث ہے،

بعض مفید جراثیم، ایک فرانسیسی ماہر جراثیم ڈاکٹر آر ڈی، لاوال نے پیرس کے مشہور اخبار لی ایکو دی پیری (صدائے پیرس) مین ایک مضمون لکھکر یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ اگرچہ ہمارے تمام امراض جراثیم کی وجہ سے ہوتے ہین اور یہ جراثیم بعض مرئی اور بعض غیر مرئی ہوتے ہین مگر حیرت یہ ہے کہ بعض جراثیم ایسے ہین جو ان امراضی جراثیم سے بھی چھوٹے ہین اور وہ ان جراثیم کے دشمن اور ان مین مرض پیدا کرتے ہین، اسلئے اگر ان جراثیم کی نسل کو بڑھانے کی کوشش کی گئی تو بنی نوع انسان کے لئے بہت ہی مفید ہوگا اور تمام امراضی جراثیم اپنے ان دشمن جراثیم کے شکار ہو جائین گے،

باب التقریظ والانتقاد

حجۃ الاسلام

مصنفہ

مولٰنا اکبر شاہ خان نجیب آبادی

اسلام مین مناظرہ و تردید کا رواج نہایت قدیم زمانہ سے ہے، علم کلام اگرچہ اب ایک مستقل علم ہو گیا ہے، لیکن اس کی تدوین بھی اسی غرض سے ہوئی کہ دوسرے مذاہب کی تردید کی جائے اور ان کے مقابل مین مذہب اسلام کی صداقت و فضیلت ثابت کی جائے، اس کے بعد فقہ کی مختلف شاخین قائم ہوئین تو فقہا مین مناظرہ کا سلسلہ قائم ہوا اور ایک مدت تک قائم رہا، لیکن بایں ہمہ ان مذہبی نبرد آزماؤن نے تہذیب و اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہین چھوڑا اور ان مین معقول دلائل کے سوا کسی کی زبان سخت و ناملائم کلمات سے آلودہ نہین ہوئی، چنانچہ علم کلام صرف متین و پر مغز دلائل کا مجموعہ ہے، اور قدیم فقہا کے مناظرے بھی نہایت مہذب و شائستہ ہین، لیکن اس کے بعد حالات بدل گئے، اور مناظرے زیادہ تر طنز و تشنیع کا مجموعہ ہو گئے، ہندوستان مین زیادہ تر شخصی مناظرے ہوئے یعنی کسی مذہب کے دو شخصون مین مناظرہ ہوا، قدرتی طور پر دونون مین سخت کلامی ہونے لگی، اس کے بعد قومی کشمکش پیدا ہوئی تو زیادہ تر عیسائیون آریہ سماجیون اور مسلمانون مین مناظرے ہوئے لیکن جیسا کہ باہمی کشمکش کا نتیجہ ہوتا ہے، یہ بھی اپنی اصلی متانت قائم نہ رکھ سکے، سب سے بڑھکر یہ کہ عموماً مناظرے کسی خاص مسئلے پر ہوئے، اس لئے اردو لٹریچر مین بمشکل کوئی کتاب ایسی مل سکتی ہے، جو تمام مذاہب کی تردید مین متانت کیساتھ لکھی گئی ہو، لیکن زیر ریویو کتاب نے اس کمی کو بہت کچھ پورا کر دیا ہے،

مصنف نے اس کتاب کی ابتدائی تقسیم ایک مقدمہ، پندرہ باب اور ایک خاتمہ مین کی تھی، لیکن چونکہ

ان مباحث مین کتاب کی ضخامت ایک ہزار صفحے سے زیادہ کردی اس لئے انھون نے اس کو کئی چھوٹے چھوٹے حصون مین تقسیم کرکے شایع کرنا مناسب سمجھا، چنانچہ یہ حصہ ایک مقدمہ اور ابتدائی پانچ ابواب پر مشتمل ہے، مقدمہ مین دہریہ عقائد سے بحث کی گئی ہے، اور وجود باری، الہام، روح، جزا و سزا، انبیا و رسل وغیرہ اہم مسائل پر اجمالی نظر ڈالی گئی ہے، اس کے بعد ابواب شروع ہوئے ہین جنمین حسب ذیل مسائل ہین،

باب اوّل، صفات باری تعالیٰ، توحید، قدرت، خالقیت، ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، صفت علم، وحدت فی العبادات،

باب دوم، مذاہب عالم، شریعت اسلام،

باب سوم، قرآن مجید، قرآن مجید ایک مکمل اور ناطق کتاب ہے، تعلیمات قرآنی کا نمونہ، قرآن مجید غیر مسلم لوگون کی نگاہ مین،

باب چہارم آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آنحضرت کے متعلق پیشینگوئیان، آنحضرت صلعم کے مقامات و حالات زندگی کی حفاظت آنحضرت صلعم کی زندگی مین انسانی زندگی کے تمام شعبے موجود ہین، آنحضرت صلعم کی زندگی مین اعلیٰ ترین اخلاقی نمونے، غیر مسلم محققین کی شہادتین،

باب پنجم، بعض اعتراضات، عقل کا دخل، اسلام اور تلوار، نکاح ثانی اور طلاق، آنحضرت صلعم کی ذات مبارک پر حملہ بیجا کا جواب ان ابواب مین انھون نے اسلام، ہندو دھرم، بودھ مت، عیسائی ملت، مجوسیت، اور یہودی مذہب کے عقائد و خیالات کی پیش نظر رکھا ہے، اور ان سب کی تردید اور ان کے مقابلہ مین نہایت متانت کے ساتھ اسلام کی صداقت و فضیلت ثابت کی ہے، اس لئے اس کو بجائے مناظرہ کے جدید علم کلام کی ایک کتاب خیال کرنا چاہئے،

کتاب کا پہلا باب جس مین دہریون کے عقائد سے بحث کی گئی ہے، بالکل عقلی ہے، اور ہمارے قدیم علم کلام مین ان مسائل کے متعلق نہایت مدلل بحث موجود ہے، لیکن مصنف نے ان مسائل کو من دلائل سے

ثابت کیا ہے ان کے متعلق قدیم علم کلام کی کسی کتاب کا حوالہ نہین دیا، بلکہ ہمارا خیال ہے کہ انھون نے خود خطابی دلائل قائم کئے ہین اور زیادہ تر مثالون سے ان مسائل کو ثابت کیا ہے، جو عوام کے لئے دلچسپ اور مؤثر تو ہو سکتے ہین لیکن ایک پڑھا لکھا ہوا دہریہ ان پر آسانی سے ایمان نہین لاسکتا، بقیہ ابواب کے مسائل اسلامی لٹریچر کے متداول مسائل ہین، اور ان پر مسلمان اور یورپین مصنفین نے بہت کچھ لکھا ہے، اور اس کتاب مین ان تمام معلومات کو نہایت جامعیت کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے، ضخامت ۱۹۷ صفحے اور تقطیع ۲۰×۲۶ ہے، کتابت و طباعت اچھی اور کاغذ متوسط ہے، قیمت عہ منیجر عبرت نجیب آباد،

شعر الہند

حصہ اوّل

مصنفہ

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی،

جس مین قدما کے دور سے لیکر دور جدید تک اردو شاعری کے تمام تاریخی تغیرات و انقلابات کی تفصیل کیگئی ہے اور ہر دور کے مشہور اساتذہ کے کلام کا باہم موازنہ و مقابلہ کیا گیا ہے، کتابت و طباعت اور کاغذ اعلیٰ ہے، ضخامت ۵۴۴ صفحے قیمت للعہ

"منیجر"

مطبوعات جدیدہ

درجات الیقین، یہ علامہ ابن تیمیہ کے ایک نہایت مختصر رسالہ کا ترجمہ ہے، جس مین کتاب وسنت سے یقین، کے تین مراتب "علم الیقین"، "عین الیقین"، اور "حق الیقین" قرار دیکر ہر ایک کی تشریح کی گئی ہے، اسی سلسلہ مین مراتب وجد و ذوق، حلاوت ایمان، محبت خدا اور توحید اخلاص کی بھی توضیح کی گئی ہے، ترجمہ سلیس اور عام فہم ہے، آخر مین متن عربی بھی ہے حجم ۱۴ صفحے کاغذ معمولی اور کتابت وطباعت متوسط ہے، قیمت ۲ر پتہ محمد شریف عبدالغنی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور،

العقیدۃ الواسطیہ، یہ علامہ ابن تیمیہ کے دوسرے رسالہ کا صاف سلیس اور عام فہم ترجمہ ہے، اسمین عقائد اہل السنۃ والجماعۃ مین سے ایک ایک عقیدہ کو علٰحدہ علٰحدہ مختصر وجامع ومانع الفاظ مین پیش کرکے ہر ایک کی مختصر تشریح کی گئی ہے، مسلمانون کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہوگا، حجم مع متن عربی ۴۸ صفحے، کتابت اچھی ہے کاغذ چکنا اور باریک جس کی وجہ سے روشنائی ہر صفحہ کے دوسرے پشت پر پھوٹ گئی ہے، اسی لئے طباعت بھی اچھی نہین معلوم ہوتی، قیمت ۲ر سابق پتہ پر یہ بھی طلب کیجئے،

الوصیۃ الصغریٰ، یہ بھی علامہ ابن تیمیہ کے ایک رسالہ کا ترجمہ ہے، اس مین چند سوالات کے جوابات دئے گئے ہین، مثلاً کوئی ایسا عمل خیر بتایا جائے جس سے فلاح دارین حاصل ہو، اس کے جواب مین تقویٰ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، پھر تقویٰ کی ضروری تشریح درج ہے، کسی ایسے عمل کی ہدایت کی جائے جو فرائض و واجبات کے بعد سب پر فوقیت رکھتا ہو، اس کے جواب مین "استخارہ" بتایا گیا ہے، پھر استخارہ کی کتاب وسنت سے مختصر تشریح ہے، ذریعۂ معاش کیلئے کسی کسب کے اختیار کرنے کے جواب مین ہدایت کی گئی ہے کہ بہترین کسب "توکل" ہے پھر توکل کی مختصر توضیح کی گئی ہے، اور حصول معاش کیلئے دستکاری

تجارت فن تعمیر اور زراعت وغیرہ مین سے کسی ایک کو اپنے ماحول کے اعتبار سے منتخب کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، سب سے آخر مین یہ سوال ہے کہ علم حدیث کی کوئی ایسی کتاب بتائی جائے جس پر اعتماد کامل ہو، اس کے جواب مین مشارنی اکرم صلعم کو سمجھ کر اسے اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، پھر کتابون مین سے صحیح بخاری کے مطالعہ کو مفید بتایا گیا ہے، اور یہ بھی تصریح کی گئی ہے، کہ صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتابون کی طرف بھی رجوع کرنا چاہئے، رسالہ مسلمانون کے لئے مفید ہے، ترجمہ مین تمام حسن وخوبی موجود ہے، حجم مع متن عربی ۴۰ صفحے، کاغذ معمولی کتابت وطباعت معمولی ہے قیمت ۴ر سابق پتہ پر یہ بھی طلب کی جائے،

اُردو کا جدید قاعدہ مع آرگومنٹ، یہ اردو کا جدید قاعدہ ہے جسے جناب محمد شریف خانصاحب ملک نے ترتیب دیا ہے، کتاب تین قسمون مین منقسم ہے پہلی قسم مین اشکال دوسری مین تلفظ حروف بھانے کی کوشش کی گئی ہے، تیسری قسم مین چند اشیاء پیش کرکے بچون مین واقفیت عامہ پیدا کرنے کی غرض سے چند چیزون کے حالات بتائے گئے ہین، کتاب کے ابتدائی حصہ مین ہر صفحہ پر فٹ نوٹ مین اساتذہ کو طریقہ تعلیم کے متعلق ہدایتین دی گئی ہین، کتاب مین بعض فروگذاشتین اور بعض تشریح طلب الفاظ مین مثلاً بچون کو "بسم اللہ" سے روشناس نہین کیا گیا، یا صفحہ اول کے فٹ نوٹ مین ایک لفظ متروک ہے، یا صفحہ ۴ کی پہلی سطر مین "مواشی" "پرے" چررہے ہین، یا مثلاً صفحہ ۴۰ کی آخری سطر مین "یہان" "بھیر" "دھر" سکتا ہون کہ ان "کی" "انتظار" "کھینچون" کتاب مجموعی حیثیت سے بچون کے لئے مفید ہے، حجم ۴۰ صفحے تقطیع چھوٹی ہے، کاغذ متوسط اور کتابت وطباعت اچھی ہے، قیمت ۴ر ملک صاحب نے اپنے اصول کی تشریح ایک مستقل "آرگومنٹ" مین کی ہے، اس کی قیمت ۲ر ہین، پتہ منیجر صاحب الہلال بک ڈپو نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور،

عوامل النحو، مولوی مشتاق احمد صاحب چھپرا دی مقیم رنگون نے نحو عربی کے مشہور رسالہ "مائۃ عامل" مین بعض مفید اور کارآمد اضافہ کرکے اسے "عوامل النحو" کے نام سے شایع کیا ہے، رسالہ بچون کے لئے مفید ہے حجم ۴۰ صفحے کتابت بھی ہے، کتابت وطباعت اور کاغذ معمولی ہے، قیمت ۵ر پتہ ضیاء الدین صاحب فیروز اسٹریٹ نمبر ۲۰ رنگون،

علم الصرف حصہ اوّل ودوم وسوم، مولوی مشتاق احمد صاحب نے اس رسالہ کے حصہ اول ودوم

مین عربی علم صرف کے عام قواعد مع گردان وغیرہ مرتب و منتظم صورت مین لکھے ہین حجم ۳۲ صفحے کاغذ اور کتابت و طباعت محض معمولی ہے، قیمت ۴ر، اور حصہ سوم مین محض تعلیل، کے قاعدے مختلف مثالین دیکر سمجھائے گئے ہین حجم ۲۷ صفحے کتابت و طباعت اور کاغذ محض معمولی ہے، قیمت یہ رسائل مبتدیون کے لئے مفید اور رواج دیئے جانے کے قابل ہین،

پتہ ضیاء الدین صاحب فیروز اسٹریٹ نمبر ۷۰ رنگون،

حمایت اخلاق، مولوی محمد عبد الوہاب صاحب عندلیب حیدر آبادی نے بطرز مثنوی بہت سے واقعات نظم کئے ہین جن مین اخلاق حسنہ کی دعوت دی گئی ہے، اور برائیون سے بچنے کی ہدایتین ہین، واقعات مین جابجا کتاب و سنت سے استشہاد لائے ہین، مثنوی کا مطالعہ مسلمانون کے لئے مفید ہے، حجم ۱۲۲ صفحے کاغذ اور کتابت و طباعت متوسط ہے، قیمت عمر پتہ دفتر رسالہ واعظ شاہ علی بنڈہ حیدرآباد دکن،

فقرائے اسلام، اس کتاب مین مولٰنا عبد السلام صاحب ندوی نے بزرگان سلف مین سے تقریباً ایسے پچھتر اشخاص کے تذکرے کتب سیر و رجال سے جمع کئے ہین جنھون نے نہایت عسرت و تنگدستی اور فقر و فاقہ کے باوجود مذہبی و اخلاقی خدمات انجام دیئے، اور جنکی دینی برکتون سے مسلمان ہمیشہ مستفید ہوتے رہین گے، ایسی کتابین انلوگون کیلئے قابل عبرت و بصیرت ہین جو مذہبی و اصلاحی خدمات انجام دینے مین مالی مشکلات سے گھبرا جاتے ہین، حجم ۱۳۰ صفحے کتابت و طباعت اور کاغذ متوسط ہے، قیمت ۱۲ر پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤ الدین پنجاب،

سیرۃ غوث الاعظم، مولفہ مولوی محمد زاہد صاحب قادری، یہ حضرت عبد القادر گیلانیؒ کی مختصر سوانحمری ہے، اسکی ابتدا مین ۹ صفحہ کا ایک مقدمہ ہے جسمین معجزات انبیاء و کرامات اولیاء کے امکان و وقوع پر بحث کی گئی ہے، پھر چند صفحون مین منقبت غوث اعظم مین اشعار ہین پھر چند صفحون مین شیخ کے فضائل و مناقب دیئے گئے ہین جنمین چند کتابون کے حوالے سے کچھ قصے نقل کئے ہین جنمین صحت کا بہت کم التزام کیا گیا ہے، اس کے بعد سوانح حیات ہین آخر مین "تعلیمات و ہدایات" کا باب ہے ضرورت تھی کہ اس باب کو وسعت دیجاتی اور دکھایا جاتا کہ ان کے صحیح فضائل و مناقب انکی یہی صحیح اسلامی تعلیمات ہین سب سے آخر مین قصیدہ غوثیہ مع ترجمہ اور دو فسلک ہے، حجم ۷۰ صفحے کتابت و طباعت اچھی اور کاغذ متوسط ہے، قیمت ۸ر پتہ منیجر دہلی

مجلد شانزدہم	ماہ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۲۵ء	عدد ششم

مضامین

اُسوۂ صحابیات

صحابیات کے مذہبی، اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع قیمت عمر

"منیجر"